ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

دارالسلام
DARUSSALAM
دارالسلام کی تحقیق کا آئینہ دار

چیف ایڈیٹر
عبدالمالک مجاہد

جلد:22 | شمارہ:08 | اگست 2013ء/شوال 1434ھ



ملالہ پر نوازشیں آخر کیوں؟



فطرانہ

کتنا دیں؟ کب دیں؟ کسے دیں؟
کس صورت میں دیں؟



سائنس سے روگردانی قرآنی تعلیمات سے انحراف ہے

پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر مجاہد کامران کا فکر انگیز انٹرویو

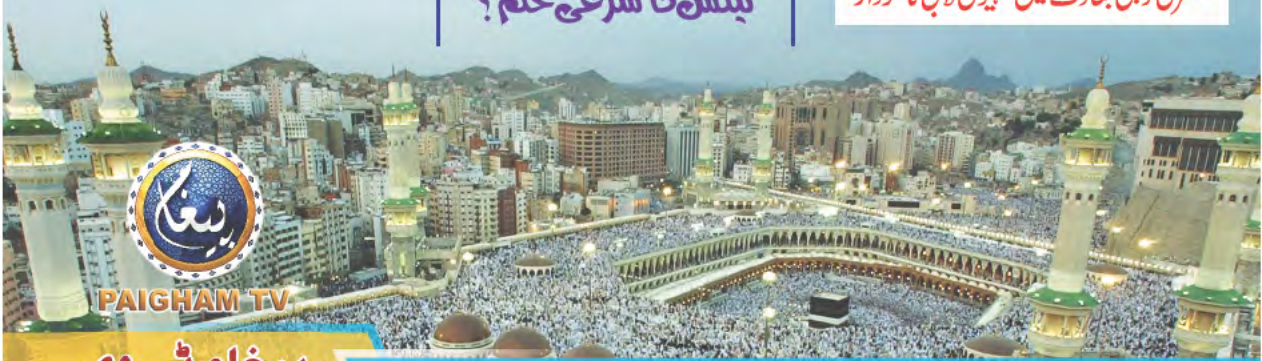
دینی مدارس کی اہمیت

اور ان پر کی جانے والی تنقید کا علمی محاسبہ

TAX

ٹیکس کا شرعی حکم؟

مصر کی فوجی بغاوت میں صہیونی لابی کا کردار



PAIGHAM TV

پیغام ٹی وی

کی سالانہ میٹنگ 2013ء

کے انمٹ نقوش

امام کعبہ کے ساتھ چند لمحات

ماہِ شوال (شریعت کے آئینے میں)

ماہ شوال قمری سال کا دسواں مہینہ ہے۔ اس مہینے کا پہلا دن بڑی عظمت اور فضیلت کا حامل ہے۔ اس دن مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید الفطر کی صورت میں ایک عظیم خوشی سے نوازا گیا ہے۔ یکم شوال کو مسلمان آبادی سے باہر کھلے میدان میں نماز عید الفطر ادا کرتے ہیں۔ غسل کرنا، نیا یا دھلا ہوا لباس زیب تن کرنا، خوشبو لگانا، تکبیرات پڑھنا اور باہم ملتے ہوئے تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُم کہنا اس دن کے مسنون اعمال میں سے ہے۔ اس دن کا ایک اور اہم عمل صدقۂ فطر ادا کرنا ہے۔ صدقۂ فطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے پہلے ادا کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر صدقۂ فطر نماز عید کے بعد ادا کیا جائے گا تو وہ ایک عام صدقہ شمار ہوگا۔ یکم شوال کو روزہ رکھنے کی ممانعت ہے، البتہ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ جو شخص رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھتا ہے اسے پورا سال روزے رکھنے کے برابر اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: 1164)

رسوم و رواج

مسلمان رمضان المبارک کا پورا مہینہ اللہ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ اس پورے مہینے میں بڑے بڑے شیطان جکڑ کر رکھے جاتے ہیں۔ جیسے ہی شوال کا چاند طلوع ہوتا ہے انھیں آزاد کر دیا جاتا ہے۔ آزاد ہوتے ہی شیطانوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ پورے مہینے کی کسر اس ایک رات ہی پوری کر لیں۔ چنانچہ وہ لوگوں کو بہکاتے ہیں جس کے نتیجے میں لوگ اس رات کو چاند رات کے طور پر مناتے ہیں اور شراب و کباب اور گانے بجانے کی محفلوں کا خوب اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت ساری منہیات کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اللہ کی ناراضی کا سبب ہیں، اس لیے ان سے بچنا ضروری ہے۔ اس مہینے میں بعض بدعات کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے، مثلاً: شب عید کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے اس میں خصوصی عبادت کرنا۔ شوال کے چھ روزے رکھ کر آٹھ شوال کو پھر عید منانا۔ شوال کو منحوس سمجھنا جیسا کہ بعض اہل عرب کا خیال تھا۔ نماز عید کے بعد فطرانہ ادا کرنا وغیرہ۔

اہم واقعات

- شوال 10 نبوی/ مئی یا جون 619ء میں رسول اللہ ﷺ دعوتِ دین کے لیے طائف تشریف لے گئے۔
- شوال 11 نبوی/ جولائی 620ء میں رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔
- یکم شوال 2ھ/ 27 مارچ 624ء کو پہلی عید الفطر منائی گئی۔
- 15 شوال 2ھ/ 10 اپریل 624ء کو رسول اللہ ﷺ نے بنوقینقاع کا محاصرہ کیا اور 30 شوال کو انھیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔
- 7 شوال 3ھ/ 24 مارچ 625ء کو غزوۂ اُحد پیش آیا۔ اسی غزوے میں وحشی بن حرب نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔
- شوال 5ھ/ فروری 627ء میں غزوۂ احزاب پیش آیا۔
- 10 شوال 8ھ/ 31 جنوری 630ء کو غزوۂ حنین پیش آیا۔
- 13 شوال 194ھ/ 20 جولائی 810ء کو امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔
- یکم شوال 256ھ/ 31 اگست 870ء کو امام بخاری رحمہ اللہ نے خرتنگ نزد بخارا میں وفات پائی۔
- 15 شوال 1421ھ/ 10 جنوری 2001ء کو بروز جمعۃ المبارک سعودی عرب کے نامور عالم دین شیخ صالح عثیمین رحمہ اللہ نے وفات پائی۔

منجانب ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' کا ایک قاری

ماہنامہ
ضیائے حدیث
علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ
لاہور

جلد:22| شمارہ:08 | اگست 2013ء/شوال 1434ھ

چیف ایڈیٹر
عبدالمالک مجاہد • بیاد مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی ؒ • بانی مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی ؒ

وسعتِ دامان

اداریہ
ترکی اور پاکستان کے حالات میں مماثلت
عبدالمالک مجاہد
7



سیاسیات
ملکی نظم ونسق کے لیے نصرت الٰہی کی ضرورت
حافظ محمد حق نواز
26



عالمی منظر نامہ
مصر کی فوجی بغاوت میں صہیونی لابی کا کردار
ابوولید ملک
36



گوشۂ خواتین
خواتین اسلام عید کی خوشیاں کیسے منائیں؟
قاری طارق جاوید عارفی
61



ایگزیکٹو ایڈیٹر حافظ عبدالوحید سوہدروی ایڈیٹر محمد نعمان فاروقی
noumanfarooqi47@gmail.com

مجلس ادارت
مولانا ارشاد الحق اثری | پروفیسر محمد یحییٰ | حافظ عبدالستار حماد
حافظ صلاح الدین یوسف | حافظ شبیر صدیق | حافظ محمد حق نواز

مجلس مشاورت
چوہدری محمد یٰسین ظفر | ڈاکٹر محمد حماد لکھوی | مولانا محمد عبدالجبار
عکاشہ مجاہد | حبیب کبریا

مجلس نظامت
حافظ عبدالعظیم اسد | قمرالحمید فیصل | عبدالغفار مجاہد
شیخ ارشد علی | محمد اعظم یٰسین | حافظ محمد ندیم
آرٹ اینڈ ڈیزائن | طارق جاوید عارفی | حافظ عثمان یوسف

محمد صفت اللہ خاوری (آرٹ ڈائریکٹر) جاوید اقبال (گرافک ڈیزائنر) حافظ عبدالماجد (کمپوزنگ)
خطاطی اکرام الحق | قانونی مشیر چوہدری محمد اکرم گوندل (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

ضیائے حدیث جاری کروانے کے لیے

منی آرڈر، آن لائن یا ایزی پیسہ کے ذریعے سالانہ زرتعاون دفتر ارسال کریں اور حسب ذیل نمبرز میں سے کسی ایک پر اطلاع دیں اور اپنا مکمل ایڈریس لکھوائیں۔ رسالہ آپ کے نام جاری ہو جائے گا۔

- منی آرڈر اور خط کتابت کے لیے:

دفتر ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' 36 لوئر مال، لاہور (پاکستان)

- آن لائن کروانے کے لیے:

A/C Title: Monthly Zia-e-hadith
A/C No: 0038805201002063
M.C.B Bank Ltd. Session Court Branch
Lahore. Br Code: 1317

- برائے ایزی پیسہ: موسیٰ علی: 034 79 75 0313
شناختی نمبر: 9-34101-4002586

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف سلفی 823 70 71 300 92+
اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر: موسیٰ کلیم بلتستانی 034 79 75 313 92+
Tel:+92 42 372 32 400 | Fax:+92 42 373 54 072
ziaehadith1@yahoo.com

ناشر محمد ادریس فاروقی مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ، لاہور
پرنٹر انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36۔لوئر مال، لاہور

اداریہ	ترکی اور پاکستان کے حالات میں مماثلت	عبدالمالک مجاہد 7
تجلیات قرآن	سود اور قرآن کی نظر میں اس کی سنگینی	مشتاق احمد ورک 10
اشاعت حدیث	غیر معروف مگر صحیح یا حسن احادیث	فضل اکبر کاشمیری 14
احکام و مسائل	فطرانہ کب دیں؟ کسے دیں؟	حافظ شبیر صدیق 15
اخلاقیات	انٹرنیٹ کا استعمال..... چند گزارشات	نجم الاسلام 19
افتاء و ارشاد	آپ کے سوالات اور ان کا حل	ابوالحسن حافظ عبدالخالق 21
ذکر و اذکار	آیات صفات کے فوائد	پروفیسر سید ضیاء الرحمٰن گیلانی 23
سیاسیات	ملکی نظم ونسق کے لیے نصرت الٰہی کی ضرورت	حافظ محمد حق نواز 26
تعلیم و تعلم	دینی مدارس کی اہمیت	الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی ﷾ 31
عالمی منظر نامہ	مصر کی فوجی بغاوت میں صہیونی لابی کا کردار	ابوولید ملک 36
انٹرویو	سائنس سے روگردانی قرآنی تعلیمات سے انحراف	ڈاکٹر مجاہد کامران 41
مکتوب امریکہ	امریکہ میں بسنے والے مسلمان	حافظ عبدالوحید سوہدروی 48
مکتوب ریاض	امام کعبہ کے ساتھ چند لمحات	عبدالمالک مجاہد 50
ہمارا وطن	یہ پھول ہم نے خیرات میں نہیں پائے ہیں	مولانا محمد ادریس فاروقی ؒ 56
پکار	ملالہ پر نوازشیں..... آخر کیوں؟	محمد نعمان فاروقی 57
گوشۂ خواتین	خواتین اسلام عید کی خوشیاں کیسے منائیں؟	طارق جاوید عارفی 61
بچوں کا صفحہ	بہت بڑا جرم	ڈاکٹر محمد فتح اللہ کھوکھر 65
معاشیات	ٹیکس کا شرعی حکم.....؟	حافظ عبدالسمیع 67
تعارف ممالک	ایران	محسن فارانی 70
سخن گسترانہ	آصف زرداری کی ایران صدر سے واپسی	خالد سیال 76

دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون
سعودی عرب 100 ریال
یورپی ممالک 30 یورو

قیمت فی شمارہ 35 روپے | سالانہ زرتعاون عام ڈاک صرف-/400 روپے رجسٹری ڈاک-/800 روپے

ترکی اور پاکستان کے حالات میں مماثلت!

14 اگست پر اہم پیغام .....حکمرانوں اور عوام کے نام

شیخ عبداللہ اثری استنبول سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا اصل وطن تو کردستان ہے، یعنی یہ کردی ہیں اور مجھے بڑے فخر سے بتایا کرتے ہیں: میرا تعلق صلاح الدین ایوبی کے وطن سے ہے۔ انھوں نے استنبول میں مسجد سلطان احمد کے قرب و جوار میں مکتبہ اثریہ کے نام سے مکتبہ کھول رکھا ہے۔ یہ ترکی میں دارالسلام کینما ئندے بھی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ استنبول میں سلفی تنظیم کے ذمہ دار بھی ہیں۔ مجھے کوئی آٹھ سال قبل استنبول میں ان کے مکتبہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ایک بڑے شاپنگ مال میں قائم یہ مکتبہ حجم کے اعتبار سے بڑا تو نہ تھا مگر اس میں کتابیں بڑی عمدہ تھیں۔ بھاری بھرکم جسم اور لمبے قد کے گورے چٹے عبداللہ اثری بہت پرعزم اور رعب دار شخصیت کے مالک ہیں۔ چہرے پر لمبی داڑھی ان کی شخصیت کو مزید نمایاں کرتی ہے۔ میرے ان سے کوئی پندرہ سال پرانے تعلقات ہیں۔ جب بھی سعودی عرب آتے ہیں دارالسلام کا ضرور وزٹ کرتے ہیں۔ میں گھنٹوں ان سے ترکی کے حالات پر گفتگو کرتا ہوں۔ سوال و جواب ہوتے ہیں۔ اسلامی اداروں کے حوالے سے ان کے مکتبہ اور خصوصاً دارالسلام کی کتب کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ وہ بڑے مزے مزے سے وہاں کے حالات بتاتے ہیں۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ ان کو کھانے کی دعوت دوں مگر وہ کم ہی قبول کرتے ہیں۔ ہمیشہ مصروفیات اور دیگر مواعید کا کہہ کر اجازت لے لیتے ہیں۔

آج سے چھ ماہ قبل تشریف لائے تو میں نے ان سے ترکی کی موجودہ حکومت اور اس کے وزیراعظم جناب رجب طیب اردگان کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے حکومت کی بے حد تعریف کی۔ سلفی حضرات عموماً دنیا بھر میں حکومتوں پر زبردست تنقید کرتے ہیں، مگر جب انھوں نے ترکی میں زبردست ترقی کی رفتار اور حکومت کی عمدہ حکمت عملی کا ذکر کیا تو ان کی باتیں سن کر مجھے خاصا اطمینان ہوا۔ 22 جون 2013ء کی صبح کو میں حسب معمول دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ عبداللہ اثری اپنے ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ میرے دفتر میں داخل ہوئے۔ میں نے کھلے دل سے استقبال کیا۔ بتانے لگے: ''میں کافی دیر پہلے سے آیا ہوا ہوں، اس لیے چائے وغیرہ پی چکا ہوں۔'' یہ جمعرات کا دن تھا۔ دفتر میں اس روز عموماً آنے جانے والے کم ہوتے ہیں۔ میں نے سلام دعا کے فوراً بعد ترکی کے حالات پوچھنے شروع کر دیے۔ ترکی میں ہونے والے ہنگاموں کے بارے میں طرح طرح کے سوالات تھے۔ میں اہل ترکی کے بارے میں عموماً اور جسٹس پارٹی کی حکومت کے بارے میں خصوصاً ان سے پوچھ رہا تھا۔

جناب عبداللہ اثری گویا ہوئے: الحمدللہ ترکی روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ ہنگاموں کو لادین عناصر مرتب اور منظم کر رہے ہیں، مگر انھیں منہ کی کھانی پڑی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے ساتھ بہت سارے لوگوں کو اکٹھا کر لیں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ وہی لادینی قوتیں ایک مرتبہ پھر برسراقتدار آجائیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ اردگان کے حق میں بے شمار ترکوں نے اکٹھے ہو کر مظاہرے کیے اور اب حکومت مخالف مظاہروں کے شرکاء بتدریج کم ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ طیب اردگان کے حق میں بولتے چلے گئے۔

قارئین کرام! بلاشبہ رجب طیب اردگان عصر حاضر میں ایک جادوئی شخصیت کا مالک ہے۔ یہ شخص مرد بیمار ترکی کو مرد تندرست و توانا کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد کر رہا ہے۔

ایک نہایت ہی غریب گھرانے سے تعلق رکھنے والا طیب اردگان استنبول کے جنوب میں واقع قاسم محلّہ میں فروری 1954ء میں آنکھ کھولتا ہے۔ والد محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ طیب نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے ہی میں حاصل کی۔ اس ہونہار بچے کو بچپن ہی سے دین کے ساتھ گہری محبت تھی۔ ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہمارے قارئین کرام طیب کی اسلام کے ساتھ وابستگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ سکول میں دینی تربیت کے معلم نے کلاس میں پوچھا: کون سا لڑکا ہے جو سب بچوں کے سامنے نماز پڑھ کر دکھائے گا؟ تو رجب طیب اردگان نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ استاد نے اشارہ کیا کہ چلو نماز پڑھ کر دکھاؤ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اخبار بڑھایا کہ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ رجب طیب نے دیکھا کہ اخبار پر فلمی ایکٹریسوں کی تصاویر چھپی ہوئی ہیں تو اس نے یہ کہہ کر اخبار پر نماز پڑھنے سے انکار کر دیا: استادِ محترم! جس کاغذ پر تصاویر ہوں اس پر نماز ادا نہیں ہوتی۔ استاد نے جب ننھے سے رجب طیب سے یہ بات سنی تو اش اش کر اٹھا اور کہنے لگا: ارے تم تو شیخ رجب ہو۔ اس دور میں رجب طیب اردگان کی مالی حالت نہایت کمزور تھی۔ سکول کی فیس ادا کرنے کے لیے وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں سڑکوں پر کیک' تربوز اور چاکلیٹ فروخت کیا کرتے تھے۔

کسے معلوم تھا کہ وہ بچہ جو استنبول کی سڑکوں پر کیک اور چاکلیٹ فروخت کر رہا ہے کل ترکی کا محبوب ترین وزیراعظم بن جائے گا۔ رجب طیب اردگان کی حکومت کے قیام کو اب دس سال ہونے کو ہیں۔ اس دوران میں جتنے بھی الیکشن ہوئے، ہر بار انھیں پہلے سے زیادہ ووٹ ملے۔ وہ ترکی جو یورپ کے مردِ بیمار کے نام سے مشہور تھا اب وہ اقتصادی اعتبار سے ایک بڑی قوت بن چکا ہے۔

قارئین کرام! راقم الحروف کو متعدد بار ترکی جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب ترکی لیرے کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ ایک ایک روٹی کی قیمت لاکھوں میں تھی۔ میں پہلی مرتبہ جب 1989ء میں ترکی گیا تو اپنے ساتھیوں سے صبح سویرے کہتا: اگر تم ملیونر بننا چاہتے ہو تو آؤ میں تمھیں ملیونر بناتا ہوں۔ پھر ہم پانچ سو ریال منی چینجر کو دیتے اور اس کے بدلے میں لیرے طلب کرتے تو وہ بھاری مقدار میں کرنسی گن کر ہمارے حوالے کر دیتا۔ اس طرح ہم ترکی کرنسی میں واقعی ملیونر بن جاتے۔ اس زمانے میں ترکی پر سیکولر اور دین بیزار جرنیلوں کی حکومت تھی جنھوں نے اپنی بندوق کے زور پر سیکولرازم کو ایک مدت تک تحفظ دیے رکھا۔ ترک عوام صدیوں سے اسلام کے ساتھ شدید محبت کرتے چلے آ رہے تھے۔ یہ تو گزشتہ صدی کا بدبخت ترین شخص مصطفیٰ کمال پاشا تھا جس نے سامراجی طاقتوں کی شہ پر خلافت عثمانیہ کو ختم کیا۔ ہم مان لیتے ہیں کہ خلافت عثمانیہ میں لاکھ بگاڑ سہی مگر خلافت کا ایک سلسلہ تو چلا آ رہا تھا۔ ترکوں کی پہچان اسلام تھی۔ ان کی زبان عربی حروف میں لکھی جاتی تھی۔ یہ بڑی ہی عبرت ناک داستان ہے جسے پھر کسی وقت بیان کروں گا کہ یہودی نسل سے تعلق رکھنے والے کمال پاشا نے کس طرح اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ فی الحال تو میں آپ کو طیب اردگان کی مسلسل جدوجہد اور کامیابیوں کی داستان سناؤں گا کہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہونے والا بچہ جس کے پاس کالج کی فیس اور اس کے اخراجات ادا کرنے کے لیے جیب میں رقم تک نہ تھی اور وہ استنبول کی شاہراہوں پر کیک اور چاکلیٹ فروخت کیا کرتا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم، اپنے اعلیٰ نصب العین، اسلام کے ساتھ سچی وابستگی، مسلسل جدوجہد اور عمدہ حکمت عملی کے باعث وہ ایک دن ترکی کا محبوب قائد بن جاتا ہے۔ میٹرک کے بعد رجب طیب یونیورسٹی سے اقتصادیات کے مضمون میں ڈگری لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں بھی دی گئیں۔

یہ 1998ء کی بات ہے جب انھیں ترکی کے مشہور شاعر ''محمد عاکف'' کے اشعار سرِعام پڑھنے کے جرم میں جیل کی ہوا کھانا پڑی۔ پہلے ہم ترکی زبان میں کہے گئے اشعار کا عربی اور اس کے ساتھ اردو ترجمہ پڑھتے ہیں۔ آپ کو مزا آئے گا۔

مَسَاجِدُنَا ثَكْنَاتُنَا۔ مساجد ہماری چھاؤنیاں ہیں۔ قُبَابُنَا خُوذَاتُنَا۔ ان کے گنبد ہمارے سروں کے خود ہیں۔ مَآذِنُنَا حِرَابُنَا۔ ان کے مینار ہمارے نیزے ہیں۔ وَالْمُصَلُّونَ جُنُودُنَا۔ مسجدوں کے نمازی ہمارے سپاہی ہیں۔ ان اشعار کو سیکولر عناصر برداشت نہ کر سکے، مقدمہ چلا اور عدالت

نے ان کو جیل کی سزا سنا دی۔ رجب طیب اردگان نے استنبول کی تاریخی مسجد الفاتح میں جمعہ کی نماز ادا کی۔ ان کے ساتھ ان کے حامیوں کی پانچ سو سے زائد گاڑیاں تھیں جو انھیں جیل تک چھوڑنے کے لیے جا رہی تھیں۔ جیل سے باہر انھوں نے ترکی کے عوام سے تاریخی خطاب کیا۔ وہ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور کہا:

''استنبول، ترکی اور عالم اسلام کے عزیز ساتھیو! میں تمھیں دل کی گہرائیوں سے عیدالاضحیٰ کی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور تمھیں کچھ عرصہ کے لیے الوداع کہتا ہوں۔ میں اگلے چند ماہ اپنی اسیری کے دوران میں ان اہم منصوبوں کی پلاننگ کروں گا جن کی طرف پیش رفت کرنے کی ترکی کو اگلے چند برسوں میں ضرورت ہے۔ میں اس بات پر بھی غور وفکر کروں گا کہ ہم 2000ء کے بعد ترکی کو کس شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں جیل میں پوری کوشش کروں گا کہ مستقبل کی پوری پلاننگ کروں، تم لوگ جیل سے باہر پلاننگ کرو، وطن عزیز کے بارے میں سوچ بچار کرو۔ تم کوشش کرو کہ بہترین آرکیٹکٹ، بہترین ڈاکٹر اور بہترین انجینئر بن سکو۔ میں اپنا فریضہ اور ذمہ داری ادا کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ تم اپنی ذمہ داریاں ادا کرو۔

میری قوم کے نوجوانو! میں تمھیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دینا اور میرے لیے صبر واستقامت کی دعا کرنا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تم لوگ میرے جیل جانے پر کوئی احتجاج نہیں کرو گے۔ مخالف جماعت کے دفاتر کے سامنے سے گزرتے وقت پورے وقار اور صبر کا مظاہرہ کرنا۔ تمھیں اپنے غصے اور جذبات کا اظہار بیلٹ بکس میں کثرت سے جسٹس پارٹی کے حق میں ووٹ ڈال کر کرنا ہوگا۔

پھر واقعی ایسا ہوتا ہے 2003ء کے الیکشن میں قوم نے ان کی جسٹس پارٹی کے حق میں بھاری اکثریت سے ووٹ دیے جس کے نتیجہ میں وہ 14 مارچ 2003ء سے وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہیں۔

ترکی میں ایک عرصے سے دہشت گردی جاری تھی۔ حکومت سنبھالنے کے بعد اس حکومت کے نمایاں کارناموں میں دہشت گردی کا خاتمہ سرفہرست ہے۔ ترکی کی خفیہ سروس MIT اور کردوں کی دہشت گرد تنظیم PKK کے درمیان براہ راست شروع ہونے والے مذاکرات کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ ترکی میں چالیس سال سے بھی زیادہ عرصے تک جاری رہنے والی دہشت گردی اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے۔

ترکی عالم اسلام میں مضبوط جمہوری بنیادوں پر استوار ایک سیکولر ملک ہے۔ یہ اسلامی دنیا کا واحد ملک ہے جس کے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات ہیں۔ رجب طیب اردگان اور ان کی حکومت کے لیے بے شمار چیلنج تھے۔ ایک ایسا ملک جہاں کبھی پردے پر سرکاری طور پر پابندی تھی اور ایک رکن پارلیمنٹ خاتون مروہ کو محض اس لیے اپنی نشست سے استعفاء دینا پڑا کہ وہ ایک مرتبہ سر ڈھانپ کر پارلیمنٹ چلی گئی تھی۔ ایک وقت تھا کہ پولیس بعض اوقات عورتوں کے چہرے سے پردہ تک نوچ لیتی تھی۔ مگر اب الحمدللہ وزیراعظم کی اہلیہ حجاب پہن کر گھر سے نکلتی ہے۔

قارئین کرام! مجھے یاد ہے کہ میں پہلی مرتبہ استنبول گیا تو مجھے شراب کی دکانیں دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ اس ملک میں یوں سرعام شراب فروخت ہوتی ہے۔ متعدد دکانداروں سے میں نے پوچھا: کیا تم مسلمان ہو؟ تو وہ اس کے جواب میں کہتے: ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ اور ساتھ ہی ٹرکش لہجے میں کلمہ طیبہ سنا دیتے۔ میں اگلا سوال کرتا: اچھا یہ بتاؤ پھر تم شراب کیوں بیچتے ہو؟ ان کا جواب یہ ہوتا: سر! یہ تو ہمارا بزنس ہے۔

ترک قوم پر ایک مدت تک سیکولر حکومت قائم رہی۔ فوجی جرنیل اسلامی شعائر کے اس حد تک خلاف تھے کہ ایک مرتبہ ریاض میں ہمارے پاکستانی سفیر عزت مآب عبدالعزیز مرزا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ کچھ عرصہ تک ترکی میں مقیم رہے ہیں۔ وہاں جس سرکاری آفیسر کے بارے میں حکومتی گماشتوں کو علم ہو جاتا ہے کہ اسلامی شعائر سے محبت کرتا یا ان کی طرف میلان رکھتا ہے تو اسے نوکری سے نکال دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے ماحول میں جسٹس پارٹی کی حکومت نے بڑی حکمت عملی سے کام لیا۔ انھوں نے لوگوں کے دلوں کو جیتنے کے لیے رفاہ عامہ کے کاموں میں خوب بڑھ چڑھ کر دلچسپی لی۔ ہمارے ممدوح رجب طیب اردگان ایک دور میں استنبول کے میئر رہے۔ اس منصب کو سنبھالنے سے پہلے استنبول دنیا کے غلیظ ترین شہر کے طور پر جانا اور پہچانا

جاتا تھا۔شہر میں ہر طرف کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ہوا کرتے تھے۔شہر کے باسیوں کو پینے اور نہانے کا پانی نصیب نہ تھا۔پھر لوگوں نے دیکھا کہ شہر کی صفائی اور ستھرائی کا اتنا خوبصورت انتظام کیا گیا کہ استنبول کو دنیا کا خوبصورت ترین شہر بنا دیا گیا۔عالمی اداروں نے شہر کو صفائی، ستھرائی اور سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے دنیا کا نمایاں شہر ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری کیا۔

شہریوں کو وافر مقدار میں نہ صرف صاف پانی مہیا کیا گیا بلکہ اخباری رپورٹ کے مطابق استنبول میں آئندہ سو سال تک کے لیے پانی کی تمام مشکلات کو دور کر دیا گیا۔

برسر اقتدار جسٹس پارٹی ملک میں متعدد بار عام اور بلدیاتی انتخابات کروا چکی ہے۔تمام انتخابات میں پہلے سے زیادہ ووٹ حاصل کرتے ہوئے اپنی پوزیشن پہلے سے بھی مضبوط بناتی چلی آ رہی ہے۔

بلاشبہ ترکی اپنی تاریخ کے سنہرے دور میں داخل ہو چکا ہے۔آزادی کے اکاون سال کے طویل عرصہ بعد اس نے آئی ایم ایف سے نہ صرف چھٹکارا حاصل کیا ہے بلکہ وہ آئی ایم ایف کو قرضہ دینے والے چند ایک گنے چنے ممالک کی صف میں شامل ہو چکا ہے۔کہاں وہ ترکی جہاں بارہ سال قبل فی کس آمدن صرف اٹھارہ سو ڈالر تھی اب بڑھ کر گیارہ ہزار ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔

ملک کے مختلف شہروں میں مذہبی مقامات' اسکولوں' لائبریریوں کے قریب شراب کی فروخت پر پابندی اور مختلف اسلامی ممالک کو جانے والی فلائٹس میں جن میں سعودی عرب اور چند ایک عرب ممالک بھی شامل ہیں، شراب پیش کرنے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔

قارئین کرام! اگر میں ترکی میں ہونے والی تاریخی ترقی اور کامیابیوں کو تفصیل سے بیان کرنے لگوں تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔

برادرم عبداللہ اثری نے حالیہ ترکی کا جو نقشہ کھینچا وہ بڑا حوصلہ افزا ہے۔گزشتہ ماہ استنبول کے ایک باغیچے میں چند درختوں کو اکھاڑنے اور ان کی جگہ عثمانی سلطنت کی یادگار سڑک تعمیر کرنے یا ایک چھوٹی سی مسجد کی تعمیر کو بہانہ بنا کر سیکولر قوتوں نے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کی جو کوشش کی تھی، وہ بتدریج دم توڑ رہی ہے۔

ترکی کی سڑکوں پر وزیر اعظم رجب طیب اردگان کی حمایت میں اس قدر لوگ آئے کہ لوگ مخالفین کے احتجاج کو بھول گئے۔حکومت نے بڑے عمدہ انداز میں اپنے مخالفین کو جواب دیا ہے کہ وہ الیکشن کی تیاری کریں اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ الیکشن میں کون سی پارٹی اکثریت حاصل کرتی ہے اور کون سی پارٹی لوگوں میں مقبول اور محبوب ہے۔

وطن عزیز پاکستان میں بھی 11 مئی 2013ء کو ہونے والے الیکشن نے مسلم لیگ (ن) کو تاریخی کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔میں جب پاکستان اور 12 سال پہلے والے ترکی کا موازنہ کرتا ہوں تو مجھے ان میں حیرت انگیز طور پر مماثلت نظر آتی ہے۔پاکستان کا بھی سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی' لوڈشیڈنگ' مہنگائی' بیروزگاری اور کرپشن ہے۔قوم نے موجودہ حکومت کو بھاری مینڈیٹ دیا ہے۔نواز شریف حکومت کو بھی لادینی قوتیں ناکام بنانا چاہتی ہیں۔اب حکومت کی آزمائش کا وقت ہے۔یہ حسن اتفاق ہے کہ ترکی اور پاکستان کے آپس میں بڑے عمدہ تعلقات ہیں۔بہت سارے مشترکہ منصوبوں پر پہلے سے کام ہو رہا ہے۔لاہور میں میٹرو بس کا منصوبہ بڑا خوبصورت اور کامیاب تجربہ ہے۔پاکستان کی حکومت کو ترکی کے تجربات سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔میرے نزدیک پاکستان کے حالات سابقہ ترکی کے حالات سے کہیں بہتر ہیں۔اگر پاکستان کو خوشحال اور پرامن ملک بنانا ہے تو ہمیں دن رات محنت کرنا ہوگی۔ترکی جیسے برادر ہمسایہ ملک کے ساتھ مل کر مزید منصوبے بنائے جا سکتے ہیں۔پاکستان کو اگر ہم ایک خوشحال اور دہشت گردی اور کرپشن سے پاک ملک دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے جہاں حکومتی اداروں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، وہاں عوام کی ذمہ داریاں بھی کچھ کم نہیں ہیں۔عوام اور حکومت کے مخلصانہ باہمی تعاون سے ملک میں حقیقی انقلاب آ سکتا ہے!

عبدالمالک مجاہد



سود ؟

اور قرآن کی نظر میں اس کی سنگینی

مشتاق احمد ورک
(آڈٹ آفیسر)

بہت سے بظاہر متقی، پرہیزگار، عبادت گزار اور یہاں تک کہ علمائے دین سُود کے بارے میں اپنے اذہان کو واضح نہیں کر سکے۔ ہر کسی نے اپنے اپنے جواز بنا رکھے ہیں۔ کچھ لوگ مجبوری کی حالت میں سُود کو جائز سمجھتے ہوئے کھائے جا رہے ہیں جبکہ بعض تو اسے مکمل طور پر جائز تصور کرتے ہیں۔ برائی کا تصور مٹ جانا نہایت خطرناک امر ہے۔

ایک آدمی باریش اور عبادت گزار تھا لیکن لوگوں کو سود پر قرضے دیتا تھا۔ چشم فلک نے دیکھا کہ آخرکار خود بھی کنگال ہوگیا اور اولاد نے اسی دنیا کو باپ کے لیے جہنم بنادیا۔ عقل مند تو وہ ہے جو کسی کو گرا ہوا دیکھے اور عبرت حاصل کرلے نہ کہ خود بھی کھائی میں گر کر تباہ ہو جائے۔ سرکاری ملازم بڑے فخر سے اظہار کرتے ہوئے پائے گئے کہ ساری زندگی لقمہ حلال خود بھی کھایا اور اولاد کو بھی کھلایا لیکن حکومت کی طرف سے ملنے والی ریٹائرمنٹ کی اکٹھی رقم کو Fixed Deposit کی نظر محض اس نیت سے کیا کہ شرح منافع زیادہ ہوگا۔ احمقانہ حرکت دیکھیں کہ رشوت کو حرام جبکہ سُود کو حلال تصور کیا جا رہا ہے۔

دورانِ ملازمت گاڑی حاصل کرنے کے لیے قرضہ بمع سود حاصل کیا اور دلیل یہ دی کہ بحالتِ مجبوری تو حرام بھی کھایا جاسکتا ہے جبکہ یہ تو صرف سُود ہی ہے۔ اب بندہ پوچھے کہ گاڑی کے بغیر کیا زندہ رہنے کا حق سلب ہو رہا تھا۔ ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو بینک سے قرضہ لے کر حج اور عمرہ کی سعادت بھی حاصل کرتے ہیں۔ بینک مالکان اتنے نیک ابھی تک نہیں ہوئے کہ قرض حسنہ اور وہ بھی بلا سود جاری کردیں۔ ملکی اقتصادی صورتِ حال تو واقعتاً پریشان کن ہے لیکن ایمان کامل تو اس بات کا متقاضی ہے کہ سب سے بڑے رازق کا دروازہ کھٹکھٹا کے فریاد کی جائے اور سودی معاملات سے اجتناب کیا جائے۔ بچوں اور بچیوں کی شادیاں، اچھی ملازمت کے حصول میں رشوت دینا اور بچوں کو باہر بھیجنا، سب سود پر چلنے لگ گیا ہے۔ اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے کہ ہم اللہ کریم سے فریاد کرنے کی بجائے غلط کاریوں میں بہت دُور نکل گئے ہیں، حالانکہ سود اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

سود ہے کیا؟

سود کو عربی زبان میں رِبَا کہتے ہیں جس کے لغوی معنی ''اضافہ'' کے ہیں۔ شریعت میں ''مخصوص اشیاء میں اضافے'' کا نام ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: ① ادھار کا سود اور ② اضافے کا سود۔

ادھار کا سود

اس کی دو صورتیں ہیں:

① کسی تنگ دست کے قرض میں تبدیلی کرنا۔ سود کی یہ شکل زمانہ جاہلیت میں تھی۔ ایک شخص مقرر مدت کے لیے کسی سے ادھار رقم لیتا تھا۔ جب مقرر مدت ختم ہوجاتی تو قرض خواہ مقروض سے کہتا کہ میری رقم (قرضہ) ادا کرو (ورنہ میعاد کے عوض) سود ادا کرو۔ اگر مقروض ادائیگی کردیتا تو ٹھیک ورنہ قرض خواہ ایک مدت کے لیے مزید رقم بڑھا دیتا۔ اس طرح مدت بڑھنے کے ساتھ مقروض پر قرض کی رقم بھی بڑھتی چلی جاتی حتی کہ کچھ مدت بعد اصل قرض سے کئی گنا رقم اس کے ذمے واجب الادا ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیتے



ہوئے فرمایا: ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ ''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے۔'' (البقرة 280:2)

اس آیت کی روشنی میں حکم یہ ہے کہ جب قرضہ واپس کرنے کی مقررہ مدت پوری ہوجائے اور مقروض قرض واپس نہ کرسکے تو تنگ دست کو مہلت دی جائے، قرضے کی مقدار میں اضافہ نہ کیا جائے۔ اور اگر خوشحال ہے تو وہ قرض واپس کردے، لہٰذا خوشحال مقروض کے قرض میں بھی اضافہ جائز نہیں جیسا کہ تنگ دست مقروض کے قرض میں اضافہ جائز نہیں۔

② دو ہم جنس اشیاء کے باہمی تبادلے میں کسی ایک یا دونوں جنسوں کی ادائیگی میں ادھار کرنا، جس کی علت ایک ہو، حرام ہے، جیسے سونے کی سونے کے ساتھ بیع یا چاندی کی چاندی کے ساتھ، گندم کی گندم کے ساتھ، جو کی جو کے ساتھ، کھجور کی کھجور کے ساتھ، نمک کی نمک کے ساتھ بیع کرنا۔ اسی طرح ان مذکورہ اشیاء کی بیع جنس کے بدلے جنس سے ادھار ہو اور ان مذکورہ اشیاء کی علت میں جو شے بھی شریک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اضافے والا سود

اس میں سود کی صورت یہ ہے کہ ہم جنس چیزوں میں تبادلے کے وقت کسی جانب سے کمی بیشی ہو یا ادھار ہو۔ شارع نے چھ اشیاء کا نام لے کر ان کی حرمت واضح کی ہے، یعنی سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک۔ جب ان میں سے کسی ایک جنس کا تبادلہ ہم جنس سے ہو تو اس میں کمی بیشی کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ» ''سونا، سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے اور گندم، گندم کے بدلے اور جو، جو کے بدلے اور کھجور، کھجور کے بدلے اور نمک، نمک کے بدلے برابر اور نقد ونقد بیع ہو۔'' (صحيح مسلم: 1587، ومسند أحمد: 50,49/3)

یاد رہے کہ سونے کی بیع ہر قسم کے سونے کے بدلے حرام ہے، اس کا زیور بنا ہو نہ بنا ہو مگر برابر برابر اور نقد و نقد اور چاندی کی بیع چاندی کے بدلے بھی حرام ہوگی اگر برابر برابر اور نقد نہ ہوگی۔ اسی طرح گندم کی بیع گندم کے بدلے، جو کی جو کے بدلے، کھجور کی کھجور کے بدلے اپنی تمام اقسام کے ساتھ اور نمک کی بیع نمک کے بدلے حرام ہوگی مگر جب برابر برابر اور نقد ونقد ہو (تب جائز ہے۔)

ان چھ چیزوں پر ان چیزوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے جو علت میں ان کے مساوی اور شریک ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک ان میں بھی کمی و بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا حرام ہے، البتہ ان کی علت کی تحدید میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ''ثمنیت'' ہے، لہٰذا موجودہ دور کی کرنسی کو ان پر قیاس کیا جائے گا۔ ایک ملک کی کرنسی کا اسی ملک کی کرنسی کے ساتھ تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی حرام ہے۔

باقی چار اجناس: گندم، جو، کھجور اور نمک میں علت (بقول صحیح) ماپ اور وزن کے ساتھ ان کا خوراک والی شے ہونا ہے، لہٰذا ہر وہ شے جو علت میں ان کے ساتھ شریک ہے، یعنی ان کا وزن اور ماپ ہوتا ہو اور خوراک میں استعمال ہوتی ہو تو اس کا تبادلہ کرتے وقت کمی بیشی کرنا حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم جنس شے کے تبادلے میں کمی بیشی کرنا سود ہے جس کی علت ماپ اور وزن کے ساتھ شے کا قابل خوراک ہونا ہے، چنانچہ اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت ہے۔''

(الفتاوى الكبرىٰ: 391/5)

بحث سابق کی روشنی میں اگر اشیاء کی جنس اور علت کا اتحاد ہو تو اس میں کمی بیشی یا کسی ایک طرف سے جن کا ادھار حرام اور سود ہے، مثلاً: گندم کی گندم سے بیع کرنا جیسا کہ حدیث نبوی میں بیان ہو چکا ہے۔ اگر علت میں اتحاد ہے لیکن جنس میں اختلاف ہے، مثلاً: گندم کے ساتھ جو کی بیع کرنا (ان کی علت خوراک ہونا ہے) تو اس میں ادھار کرنا حرام ہے۔ وہ ایک فریق کی طرف سے ہو یا دونوں طرف سے، البتہ اس صورت میں کمی بیشی جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ» ''جب یہ اشیاء مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ دست بدست تبادلہ ہو۔'' (صحيح مسلم: 1587) اگر جنس اور علت دونوں مختلف ہوں تو کمی بیشی جائز ہے اور نقد یا ادھار کرنا بھی جائز ہے، مثلاً: سونا اور گندم کی بیع یا



چاندی اور جو کا باہمی تبادلہ و بیع کرنا۔

ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ماپ والی چیز کا اپنی جنس کے بدلے ماپنے کے بغیر اور وزن والی چیز کا اپنی جنس کے عوض وزن کیے بغیر فروخت کرنا ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''سونے کی سونے کے ساتھ اور چاندی کی چاندی کے ساتھ خرید وفروخت وزن کر کے کی جائے۔ گندم کی گندم کے بدلے اور جو کی جو کے بدلے خرید وفروخت ماپ کے ساتھ کی جائے۔'' (السنن الکبریٰ للبیهقي: 291/5)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شرعی معیار کو پیش نظر نہیں رکھا جائے گا تو تبادلے میں دونوں جنسوں کے برابر ہونے کا یقین نہ ہوگا، لہٰذا کسی ایکلی چیز کا تبادلہ اسی جنس کے ساتھ اٹکل و تخمینہ سے کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح وزن کردہ چیز کی بیع اسی جنس کے عوض جس میں صرف برابری کا اندازہ و تخمینہ ہو، ناجائز ہے کیونکہ محض اندازے اور اٹکل سے برابر ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔ اور جنسوں کی برابری کا علم نہ ہونا تفاضل و بیشی کا علم ہونے کی طرح ہے۔ (فقهی احکام و مسائل، ص: 38-42 مطبوعه دارالسلام)

سود قرآن کی نظر میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سُود کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتا ہے:

* ''جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (روزِ قیامت) اس طرح اٹھیں گے جیسے کسی شخص کو شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ یہ (حال) اس لیے ہوگا کہ وہ کہتے ہیں کہ آخر تجارت بھی سود کی مانند ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ باز آ گیا (سود خوری سے) تو وہ جو پہلے لے چکا تو وہ اس کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے اور جس نے پھر (سود) لیا تو ایسے لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (البقرة 275:2)

* ''اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' (البقره 276:2)

* ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو تم اصل سرمائے کے حق دار ہو۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

(البقرة 279,278:2)

* ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت کھاؤ دگنا چگنا سود اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

(آل عمران 130:3)

* ''کسی قسم کے سود کا تم جو لین دین کرتے ہو تا کہ لوگوں کے مالوں میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک وہ اضافہ نہیں ہوتا۔'' (الروم 39:30)

اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ چونکہ توبہ کو بھی پسند فرماتا ہے، لہٰذا سورۃ النساء آیت 17 میں توبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

''درحقیقت اللہ کے حضور توبہ کا حق محض انھی لوگوں کے لیے ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ باخبر اور بڑی حکمت والا ہے۔'' (النسآء 17:4)

بدقسمتی کی بات ہے کہ قناعت کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔ زر کی ہوس حد سے زیادہ ہو چکی ہے۔ لالچ کے اندھے لوگ حلال و حرام کی تمیز سے دور نکل گئے ہیں۔ دولت اور خواہشِ دولت میں حد سے تجاوز ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

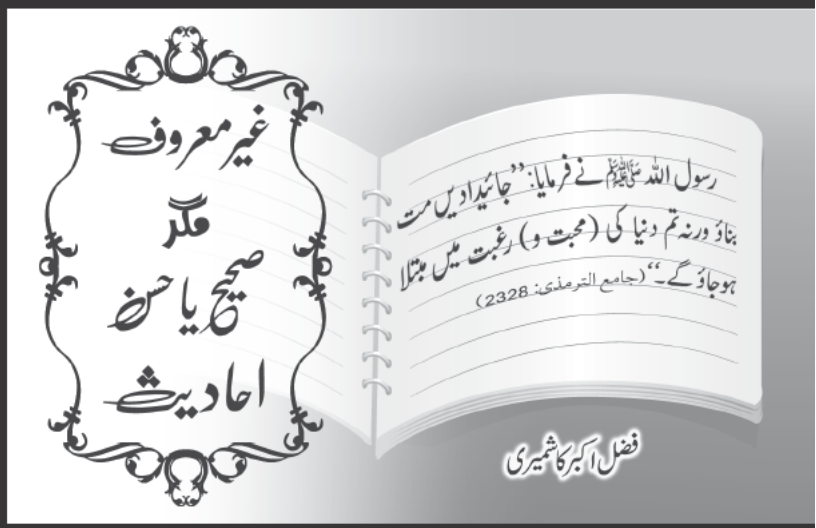
دولت کے نشے کے متعلق شاعر کا کہنا ہے:

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اِک اور شیطان چڑھا
شریروں کو دے گا جو تُو مال و دولت
گنہگار ہوں گے وہ تیری بدولت

البتہ معاشرے میں ابھی کچھ ایسے افراد موجود ہیں جو اپنے آپ کو اس لعنت سے بچا کر رکھتے ہیں۔ اس کی معاشرے میں روشن مثالیں بھی موجود ہیں۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا سے ریٹائر ہونے والے نامور محقق اور عالم دین پروفیسر صفدر گوندل صاحب نے پراویڈنٹ فنڈ پر ملنے والا منافع جو لاکھوں میں بنتا تھا حکومت کو واپس کر دیا۔ صاحب زادے کو ایم کام کے بعد نیشنل بینک میں سینیئر افسر رکھ لیا گیا۔ بیٹے نے باپ کی نصیحت پر لبیک کہا اور بینک کی افسری چھوڑ کر ہائی سکول میں استاد کی حیثیت میں پڑھانے کو ترجیح دی۔ ابھی بھی ایک غالب اکثریت بذریعہ درخواست حکومت کی طرف سے GPF پر منافع لینے سے معذرت کر رہی ہے۔ انعامی سکیموں اور پرائز بانڈ سے بہت سے لوگوں نے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ انشورنس سے بھی بہت سے لوگ کنی کترا جاتے ہیں۔ اللہ ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اس کے مطابق ہمیں اپنی زندگی گزارنے کی توفیق دے، آمین۔

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جائیدادیں مت بناؤ ورنہ تم دنیا کی (محبت و) رغبت میں مبتلا ہوجاؤ گے۔'' (جامع الترمذی: 2328)

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو بھوکے بھیڑیے اگر رات بھر کے لیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں، وہ دونوں مل کر بکریوں کا اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا نقصان انسان کے دین کو دو چیزوں سے پہنچتا ہے: ایک مال کی حرص اور دوسرا منصب کی حرص۔''



(جامع الترمذی: 2376)

③ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''یقیناً یہ قرآن (ایسی) رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھ میں ہے، پس اسی کو تھامے رہو، تم نہ تو اس کے بعد گمراہ ہوگے اور نہ کبھی ہلاک کیے جاؤ گے۔''

(السلسلة الصحيحة: 713)

④ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے آپ کو رات خواب میں دیکھا کہ میں ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہا ہوں اور میں نے سجدہ کیا تو درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ وہ (درخت) کہہ رہا تھا: «اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا وَضَعْ عَنِّي بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ» ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر اللہ کے رسول نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ وہی دعا پڑھ رہے تھے جو اس شخص نے درخت کے بارے میں بتائی تھی۔

(جامع الترمذی: 3424)

⑤ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ایسے شخص سے نفرت کرتا ہے جو اکھڑ مزاج متکبر ہو، (کھا کھا کر) جس کا جسم پھول چکا ہو، بازاروں میں فضول باتیں کرتے جس کا وقت گزرتا ہو، جو رات بھر مردہ لاش کی طرح (غافل پڑا رہتا) ہو، دن کو گدھے کی طرح (دنیا کے دھندوں میں لگا رہتا) ہو، دنیا کا تو خوب علم رکھتا ہو مگر آخرت کے معاملے میں بالکل جاہل ہو۔

(صحيح الجامع الصغير: 326/1)

⑥ علی رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو) مسواک کا حکم دیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو فرشتہ (بھی) اس کے پیچھے کھڑا ہوجاتا ہے اور اس کی قراءت سنتا ہے اور اس کے قریب ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (فرشتہ) اپنا منہ اس (شخص) کے منہ پر رکھ دیتا ہے تو اس شخص کے منہ سے جو قرآن کی تلاوت نکلتی ہے تو اس (فرشتے) کے پہلو میں جاتی ہے پس تم اپنے منہ قرآن (کی تلاوت) کے لیے پاک کیا کرو۔

(السلسلة الصحيحة: 287/3)

⑦ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ایک بندے کو قبر میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا۔ وہ مسلسل اللہ سے دعا کرتا رہا اور معافی مانگتا رہا حتی کہ سزا میں ایک کوڑا باقی رہ گیا۔ اسے ایک ہی کوڑا مارا گیا تو اس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ جب اس سے عذاب دور ہوا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا: تم نے مجھے کس جرم پر کوڑا مارا ہے؟ فرشتوں نے کہا: تم نے ایک نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی اور تم ایک مظلوم کے پاس سے گزرے تھے اور اس کی مدد نہیں کی تھی۔''

(مشكل الآثار للطحاوي: 196/7، والسلسلة الصحيحة: 273/6)



حافظ شبیر صدیق، ریسرچ فیلو دارالسلام

فطرانہ



کتنا دیں؟ کب دیں؟ کسے دیں؟ کس صورت میں دیں؟

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے پاکیزہ زندگی بسر کریں۔ اگر ان سے کوئی کمی و کوتاہی ہو جائے تو جہاں اس کے ازالے کے لیے توبہ واستغفار کو رکھا ہے وہیں ازالے کے طور پر بعض عبادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے مشروع قرار دیا ہے، مثلاً: فرض نمازوں میں جو کمی و کوتاہی ہو جاتی ہے اس کے ازالے کے لیے نوافل کو مشروع قرار دیا ہے۔ قیامت کے دن اس کمی و کوتاہی کو نوافل کے ذریعے پورا کیا جائے گا۔ بعینہ رمضان المبارک کے روزوں میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کے ازالے کے لیے صدقۂ فطر کو مقرر فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: «فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ» ''رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا تاکہ روزے دار کو لغو اور بے ہودہ اقوال وافعال سے پاکیزگی حاصل ہو جائے اور مسکینوں کو طعام حاصل ہو۔'' (سنن أبی داود: 1609)

احادیث میں صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع منقول ہے جو نماز عید سے پہلے پہلے ادا کرنا لازم اور ضروری ہے۔ صدقہ فطر گھر کے تمام افراد کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان غلام ہے تو اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔ (صحیح البخاري: 1503) صدقہ فطر کے حوالے سے ہمارے اس مضمون کا موضوع دو اہم سوال ہیں: ① صدقہ فطر میں صرف جنس ہی ادا کی جائے یا رائج الوقت جنس کی قیمت بھی ادا کی جاسکتی ہے؟ ② صدقہ فطر شوال کا چاند نظر آنے کے بعد ہی ادا کیا جائے یا پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے؟ ان دونوں سوالوں کے بارے میں علماء میں دو طرح کا موقف پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم دونوں طرح کا موقف بیان کرنے کے بعد موجودہ دور کے اعتبار سے مسئلے کا حل پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا إِجْتِنَابَهُ.

صدقہ فطر میں جنس یا قیمت؟

پہلا موقف صدقۂ فطر ادا کرنے کے حوالے سے پہلا موقف یہ ہے کہ جن غذائی اجناس کا احادیث میں ذکر ہے وہ ہی ادا کی جائیں۔ پھر بعض کا کہنا ہے کہ صرف وہی اجناس ہی نہیں بلکہ جس علاقے میں جو جنس بطور غذا استعمال ہوتی ہو، وہ ادا کی جاسکتی ہے۔ اس موقف کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اجناس ہی میں سے صدقہ فطر ادا کیا جاتا تھا، اس لیے نقدی کے بجائے اجناس ہی میں سے کوئی جنس ادا کی جائے۔ دلیل کے طور پر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی جاتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: «كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْصَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْصَاعًا مِنْ زَبِيبٍ» ''ہم صدقہ فطر ایک صاع کھانا یا جو، کھجور، پنیر یا منقیٰ میں سے ایک صاع ادا کیا کرتے تھے۔'' (صحیح البخاري: 1506) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

اسی طرح ایک روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: «فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ» ''رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو بطور صدقہ فطر ادا کرنا فرض فرمایا ہے۔'' (صحیح البخاري: 1503) اس موقف کو اپنانے والے علمائے کرام کا کہنا یہ ہے کہ صدقہ فطر میں مذکورہ اجناس میں سے کوئی جنس ہی ادا کی جائے، البتہ جس کو صدقہ دیا گیا ہے وہ چاہے تو جنس کو بیچ کر قیمت وصول کرسکتا ہے۔

دوسرا موقف دوسرا موقف یہ ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی میں اصل تو اجناس ہی ہیں، البتہ اگر نقدی کی صورت میں ادا کردیا جائے تو بھی جائز ہے۔ اس موقف کے قائلین نے اپنے اس موقف کے اثبات میں جو دلائل بیان کیے



ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

① روایات میں جن اجناس کا ذکر آیا ہے وہ تعین کے طور پر نہیں ہے بلکہ تمثیل کے طور پر انھیں ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ مدینہ میں خوراک کے طور پر زیادہ تر یہی چیزیں استعمال ہوتی تھیں۔اس کی دلیل سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيرُ وَالزَّبِيبُ وَالأَقِطُ وَالتَّمْرُ» ''(ان دنوں) ہمارا کھانا جو، منقیٰ، پنیر اور کھجور ہوتا تھا۔'' (صحيح البخاري:1510) جب یہ بات ثابت ہے کہ ان اجناس کے علاوہ کوئی اور جنس بھی ادا کی جاسکتی ہے جیسے چاول وغیرہ تو پھر ضرورت کے پیش نظر نقدی بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

② صدقات کی ادائیگی میں اصل چیز مال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ''ان کے مالوں سے صدقہ لیجیے۔'' (التوبة 103:9) اور مال میں اصل سونا، چاندی اور موجودہ کرنسی وغیرہ ہے، البتہ مختلف اجناس پر جو مال کا لفظ بولا جاتا ہے وہ مجازاً ہے۔ لہٰذا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجناس کا جو ذکر فرمایا تھا، وہ آسانی سے ادائیگی اور تکلیف سے بچنے کی نیت سے تھا۔ اس لیے کہ اس دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اجناس میں سے صدقہ فطر ادا کرنا آسان تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دو معاملات میں اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آسان معاملے کو اختیار کرتے۔ (صحيح البخاري 3560)

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زکاۃ میں نقدی وصول کرنا ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے: «بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ» امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اور اس کے تحت جو احادیث درج کی ہیں ان سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ صدقہ فطر اور زکاۃ میں نقدی ادا کی جاسکتی ہے۔ مزید معلومات کے لیے مطالعہ کیجیے! صحیح البخاری مع فتح الباری۔

ابن رشید رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ کا احناف کی سخت مخالفت کرنے کے باوجود اس مسئلے میں ان کی موافقت کرنا صرف قوی دلائل کی وجہ سے ہے، یعنی اس بارے میں ایسی نصوص موجود ہیں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی احناف کے اس موقف میں موافقت اختیار کی ہے۔'' (فتح الباري:3/312)

④ صدقہ فطر کا مقصود فقراء و مساکین کی ضروریات اور حاجات کو پورا کرنا ہے۔ اجناس کی نسبت نقدی کی صورت میں صدقہ فطر ادا کرنے سے فقراء و مساکین کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔

راہ اعتدال

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس میں ایک موقف کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دیا جائے۔ اختلاف صرف یہ ہے کہ صدقہ فطر میں صرف اجناس ہی دی جائیں یا نقدی بھی دی جاسکتی ہے، یعنی یہ مسئلہ یونہی ہے جیسے کوئی شخص موجودہ سفری سہولیات کے پیش نظر دورانِ سفر روزہ رکھ لے تو بھی درست اور اگر ترک کردے اور بعد میں رکھ لے تو بھی اسے کوئی الزام نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے ہم طرفین کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ دور میں پائی جانے والی اس پیچیدگی کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں عوام الناس کی اکثریت الجھی ہوئی نظر آتی ہے۔

طرفین کے دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ابتداءً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نص صریح کو بنیاد بنا کر صدقہ فطر کے طور پر کوئی جنس ادا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل درست ہے جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص دوسرے موقف کو اپناتے ہوئے نقدی کی صورت میں صدقہ فطر ادا کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بڑے بڑے ائمہ و محدثین نے بھی اس موقف کو اپنایا ہے جن میں حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، امام ابوحنیفہ اور امام بخاری رحمہم اللہ سرفہرست ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی کسی حاجت اور مصلحت کے پیش نظر نقدی کی صورت میں زکاۃِ فطر ادا کرنے کو جائز کہا ہے اور اس کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ (مجموع الفتاوٰی: 82/25)

بہرحال اس معاملے میں وسعت موجود ہے۔ اگر کوئی نقدی کی صورت میں صدقۂ فطر ادا کرتا ہے تو درست ہے۔

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے؟

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے؟ اس حوالے سے بھی علماء میں دو طرح کا موقف پایا جاتا ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ صدقہ فطر شوال کا چاند نظر آنے کے بعد ادا کیا جائے اور دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ایک دو دن پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ہم دونوں موقف نقل کرتے ہیں۔

پہلا موقف پہلا موقف یہ ہے کہ صدقہ فطر شوال کا چاند نظر آنے کے بعد ادا کیا جائے گا۔ پھر اس موقف کے قائلین میں بھی دو طرح کا



موقف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ چاند نظر آنے کے فوری بعد صدقہ فطر ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس دیگر علماء کا کہنا ہے کہ طلوع فجر کے بعد ادا کیا جائے گا۔ بہرحال اس بات میں سب متفق ہیں کہ شوال کا چاند نظر آنے سے پہلے صدقہ فطر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباري : 3:368) ان کا کہنا ہے کہ اس صدقے کو صدقہ فطر کہا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ صدقہ فطر اسی وقت ادا کیا جائے جب رمضان کے روزے رکھنے بند کردیے جائیں۔

دوسرا موقف اس بارے میں دوسرا موقف یہ ہے کہ جس طرح زکاۃ سال پورا ہونے سے پہلے ادا کی جاسکتی ہے اسی طرح صدقہ فطر بھی وقت سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں: زکاۃ فطر میں فطر کی طرف اضافت سے اس بات پر دلالت لینا درست نہیں ہے کہ صدقہ فطر شوال کا چاند نظر آنے کے بعد ہی ادا کیا جائے بلکہ اس کے لیے الگ ایک دلیل کی ضرورت ہے۔ (فتح الباري: 3/368) شوال سے ایک دو دن پہلے ہی صدقہ فطر ادا کرنے کے بارے میں صریح نص سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ وہ عید سے ایک یا دو دن قبل صدقہ فطر ادا کردیا کرتے تھے۔ (صحيح البخاري: 1511) اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی دلیل ہے کہ جس میں شیطان کے پکڑے جانے کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری صدقہ فطر کے سامان کا جو ڈھیر تھا اس پر لگائی تھی۔ (صحيح البخاري:2311)

راہ اعتدال

محترم قارئین! صدقہ فطر کب ادا کردینا چاہیے؟ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے انتہائی وقت کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اس کا معنی یہ کہ اگر کوئی پہلے ادا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان: «أَغْنُوهُمْ عَنِ الطَّلَبِ فِي هَذَا الْيَوم» پر عمل بھی اسی صورت ممکن ہوسکتا ہے جب ایک دو دن پہلے ہی صدقہ فطر ادا کردیا جائے۔ مستحق افراد عید الفطر کے دن اسی صورت میں مستغنی ہوں گے جب ان کو پہلے ہی صدقہ دے دیا جائے گا تاکہ وہ اپنی ضروریات کی اشیاء خرید سکیں۔

صدقہ فطر کسے اور کتنا دیں؟

صدقہ فطر کسے دیں؟ اس بارے میں علماء میں دوطرح کا موقف پایا جاتا ہے۔ پہلا موقف یہ ہے کہ جو مصارف زکاۃ ہیں صدقہ فطر کے بھی وہی مصارف ہیں۔ دوسرا موقف یہ ہے کہ صدقہ فطر صرف مساکین اور محتاج افراد کو دیا جائے۔ علماء کی اکثریت نے اسی دوسرے موقف کو اپنایا ہے، اس لیے کہ حدیث میں صرف مساکین ہی کا تذکرہ ہے۔ دوسرا موقف ہی بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ صدقہ فطر کا مقصود محتاج اور تنگ دست افراد کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنا ہے نہ کہ ان تمام مصارف کو جن کا ذکر زکاۃ کے ضمن میں ہوا ہے۔

نقدی کی صورت میں صدقہ فطر کتنا ادا کریں؟ اس حوالے سے جب ہم ایک صاع حجازی کو وزن کی صورت میں لاتے ہیں تو یہ تقریباً ڈھائی کلو وزن بنتا ہے۔ اب جو شخص جس جنس کا استعمال زیادہ کرتا ہے اس کے حساب سے ہی صدقہ فطر کی ادائیگی کرے گا۔ مثلاً: اگر کسی کے گھر میں چاول کا استعمال زیادہ ہوتا ہے تو وہ ڈھائی کلو چاول کی جتنی قیمت بنتی ہے وہ ادا کریں گے۔ جو افراد گندم کا زیادہ استعمال کرتے ہیں وہ ڈھائی کلو گندم کی قیمت ادا کریں گے۔ موجودہ دور میں ڈھائی کلو گندم کی قیمت 100 روپے مقرر کی گئی ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ڈھائی کلو گندم کی جتنی قیمت بنتی ہے اتنی قیمت ہی ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر کوئی اس سے زیادہ ادا کرنا چاہتا ہے تو ادا کرسکتا ہے۔ مثلاً: اگر کوئی 100 روپے کی بجائے 150 روپے ادا کرنا چاہے تو ادا کرسکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ﴾ ''پھر جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔'' (البقرة 2:184) معنی یہ کہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے زیادہ رقم ادا کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نماز عید

ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوشی کا تہوار موجود رہا ہے۔ امت محمد یہ کو اللہ تعالیٰ نے دو خوشیوں سے نوازا ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ (سنن أبي داود: 1134) یکم شوال کو عید الفطر اور دس ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کا دن مقرر فرمایا ہے۔ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ (صحيح البخاري: 1990) عید الفطر کی نماز کے



لیے جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ کھا کر جانے کا حکم ہے۔ اگر کھجوریں میسر ہوں تو بہتر ہے کہ طاق عدد میں کھجوریں کھائی جائیں۔ (صحیح البخاري: 953) نماز عید کے لیے عورتوں کے جانے کی بھی تاکید آئی ہے۔ حتی کہ وہ عورتیں جو اپنے ایام مخصوصہ میں ہوں ان کو بھی حکم ہے کہ وہ عیدگاہ میں جا کر دعا میں ضرور شریک ہوں۔ (صحیح البخاري: 974)

تکبیرات عید

عیدگاہ کی طرف جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ باآواز بلند تکبیرات کہتے ہوئے عیدگاہ کی طرف جانا چاہیے۔ تکبیرات کے مختلف الفاظ روایات میں منقول ہیں جو درج ذیل ہیں:

① اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَأَجَلُّ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (المصنف لابن أبی شیبة: 489/1)

② اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً (السنن الکبریٰ للبیهقي: 316/3)

③ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (مصنف ابن أبی شیبة: 167/2)

عیدگاہ پہنچ کر نماز عید سے پہلے دو رکعت یا اس سے زیادہ نماز پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ عیدگاہ میں بیٹھے تکبیرات پڑھتے رہیں۔ اس دوران نعتیں یا نظمیں وغیرہ پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ وقت اللہ رب العزت کی کبریائی بیان کرنے کا ہے۔

عید کی نماز

نماز عید کی دو رکعت مسنون ہیں۔ نماز عید ادا کرنے سے پہلے نہ تو اذان کہی جائے گی اور نہ ہی اقامت۔ نماز عید خطبہ سے پہلے ادا کی جائے گی۔ نماز جمعہ کی طرح خطبہ پہلے اور نماز بعد میں ادا کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہنا مسنون ہیں۔ اس سے زیادہ تکبیریں کہنا درست نہیں ہے۔ یہ تکبیرات تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہوں گی۔ نماز کے بعد صرف ایک خطبہ ہوگا۔ نماز جمعہ پر قیاس کرتے ہوئے دو خطبے کہنا شرعاً درست نہیں ہے۔

خطبہ عید کے بعد ایک اہم عمل دعا ہے۔ اس دعا کی احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ صرف دعا میں شمولیت کی خاطر نبی علیہ السلام نے حیض اور نفاس والی عورتوں کو بھی عیدگاہ آنے کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر کی گئی دعا کی قبولیت کی گارنٹی دی ہے۔ اس لیے اپنے اور اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کے لیے دل کھول کر دعائیں کرنی چاہئیں۔ خصوصاً ان مسلمان بھائیوں کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں جو دنیا کے کسی بھی خطے میں ظلم کا شکار ہیں۔

عید کی مبارکباد اور معانقہ

خوشی کے اس تہوار پر مبارکباد دینا بھی ایک مسنون عمل ہے۔ صحابہ کرام جب آپس میں ملتے تو یہ الفاظ کہتے: «تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ» (تمام المنة للألباني: 372/1) اس موقع پر مبارکباد دیتے وقت عموماً معانقہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ معانقہ شرعی نقطہ نظر کے پیش نظر نہیں بلکہ رسماً کیا جاتا ہے جس میں ایک دوسرے کے لیے محبت کے جذبات پنہاں ہوتے ہیں۔ اس موقع پر معانقہ کرنے کو بدعت سے تعبیر کرنا محل نظر ہے۔ چونکہ معانقہ اس تہوار کے حوالے سے ایک رسم بن چکا ہے اور شریعت ایسے رسم و رواج کی مخالفت نہیں کرتی جو شریعت کے مخالف نہ ہوں۔ اس کی مثال عید کے موقع پر چھوٹی چھوٹی بچیوں کا دف بجانا اور نبی علیہ السلام کا ان کو منع نہ کرنا ہے۔ بلکہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان بچیوں کو منع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو چھوڑ دو، ہر قوم کا خوشی کا دن ہوتا ہے اور آج ہمارا بھی خوشی کا دن ہے۔'' (صحیح البخاري: 952) اسی طرح احادیث میں معانقہ کرنے کی اصل موجود ہے۔ خصوصاً سفر سے واپسی پر یا جب کوئی مہمان آتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے۔ (فتح الباري: 59/11) چونکہ ہمارے ہاں جو معانقہ رائج ہے آپس میں خوشیاں بانٹنے اور محبت کے اظہار کی نیت سے ہے، اس لیے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

عیدگاہ سے واپسی

عیدگاہ سے واپسی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ راستہ بدل کر واپس جائیں، یعنی جس راستے سے عیدگاہ گئے تھے اس کے بجائے دوسرے راستے کو اختیار کیا جائے۔ البتہ اگر آنے جانے کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہو یا دوسرا راستہ ہو مگر استعمال کے قابل نہ ہو، مثلاً: اس راستے میں گندگی وغیرہ ہو یا کوئی اور خطرہ ہو تو پھر اسی راستے سے واپس لوٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔



انٹرنیٹ کا استعمال
چند اہم گزارشات

نجم الاسلام، ریسرچ فیلو دارالسلام

انٹرنیٹ کے ذریعے سے انسان اچھی سے اچھی معلومات حاصل کرسکتا ہے اور گھٹیا سے گھٹیا اعمال بھی دیکھ اور سن سکتا ہے۔ ذیل میں چند ایک گزارشات درج کی جارہی ہیں جن کے ذریعے سے انسان اپنا ایمان اور اعمال برباد ہونے سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ ان شاء اللہ

❶ انٹرنیٹ استعمال کرتے وقت اخلاص کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور اس کا استعمال اس یقین سے کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر حرام مقامات و مواقع سے بچیں کیونکہ جو کوئی اللہ کے لیے کسی حرام کام کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطا فرما دیتا ہے۔

❷ خیر اور بھلائی کے جذبے سے انٹرنیٹ کا استعمال کریں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق، جو کوئی بھلائی کی طرف کسی کی رہنمائی کرتا ہے اسے وہ نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اور ایسا علم پھیلانا جس سے دوسرے لوگ نفع حاصل کریں بذاتِ خود ایک صدقۂ جاریہ ہے۔ لہٰذا مستند اور اچھی بات کی ترویج کیجیے اور چھوٹی سی اچھائی کو بھی حقیر مت سمجھیے کیونکہ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اس بات کو مدِ نظر رکھیں کہ جس طرح چھوٹی چھوٹی کنکریاں مل کر پہاڑ کھڑا کرسکتی ہیں، اسی طرح چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی مل کر انسان کی نجات کا سبب بن جاتی ہیں۔

❸ اپنا پورا وقت انٹرنیٹ کے استعمال میں صرف مت کیجیے، چاہے آپ بھلائی ہی کی نیت سے کیوں نہ استعمال کررہے ہوں۔ کیونکہ آپ انٹرنیٹ کی مشغولیت کو بہانہ بنا کر دوسرے اہم امور کی انجام دہی سے کنارہ کش نہیں ہوسکتے جن میں تاخیر انسان کو مجرم بنا دیتی ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ انٹرنیٹ کے استعمال کا جذبہ بہت عجیب ہے۔ اس سے انسان وقت سے بے تعلق ہوجاتا ہے۔ وقت کی گھڑیاں گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا اور دوسرے اہم معاملات انجام پذیر نہیں ہوپاتے۔

❹ نفع بخش مقامات اور علماء وسلف صالحین کی ویب سائٹس سے استفادہ کی کوشش کیجیے۔ جیسے علمائے اہل السنہ والحدیث جن کی سیرت تقوی، اصلاح دین اور دینی علم پھیلانے سے عبارت ہے۔ ان کے پند و نصائح انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔

❺ فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق، آپ میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے زیرِ نگرانی اشخاص و اشیاء کی بابت سوال کیا جائے گا۔ اپنے بیٹوں کے معاملے میں اللہ سے ڈریں اور انھیں انٹرنیٹ کے استعمال میں اس قدر آزادی مت دیں جو ان کے اخلاق کے تباہ ہونے کا سبب بن جائے جس میں آج کی نوجوان نسل اپنے وجود کو لت پت کیے ہوئے ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی جوانیوں کا ضیاع ہورہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب بھی بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔'' (التحریم 66:6)



❻ انٹرنیٹ کے استعمال کے سبب نماز کی ادائیگی، قرآن کی تلاوت، اللہ کے ذکر اور علمی مجالس کی حاضری سے غفلت نہ برتیے۔ کیونکہ وقت سانس کی مانند ہے جو نکلنے کے بعد کبھی نہیں لوٹتا۔ آپ سے آپ کی عمر کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کہاں صرف کی؟ آپ کی جوانی کے بارے میں استفسار کیا جائے گا کہ کہاں تلف کی؟ آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے جو کسی بھی حالت میں اللہ کا ذکر نہیں چھوڑتے تھے اور اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں متورم ہوجاتے، حالانکہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ اور خطائیں بارگاہِ ربانی کی طرف سے معاف فرمادی گئی تھیں۔

❼ نبی کریم ﷺ کی طرف تب تک کسی بات کو ہرگز منسوب نہ کریں جب تک آپ کو اس کی صحت اور نبی کریم ﷺ تک اس کی نسبت کے صحیح ہونے کا مکمل یقین نہ ہوجائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ» ''مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا آگ میں داخل ہوگا۔'' (صحيح البخاري: 106، وجامع الترمذی: 2660)

❽ انٹرنیٹ کے استعمال کے دوران میں اپنے ہاتھ سے کوئی ایسی بات مت لکھیں جسے قیامت کے دن دیکھنا آپ ناپسند کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ ''(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔'' (ق 50:18) رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْعَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ» ''اور لوگوں کو صرف ان کا بے فائدہ کلام اور باتیں ہی آگ میں منہ کے بل لے جائیں گی'' یا فرمایا: ''نتھنوں کے بل'' (مسند أحمد: 231/5)

❾ نیٹ کے استعمال کے دوران میں افواہیں پھیلانے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے گریز کریں۔ اسی طرح مذاق اڑانے اور راز افشا کرنے سے بچیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرے اور نہ اسے (دشمن کے) سپرد کرے۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کی تکلیف کو ختم کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کے دن اس کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف ختم کردے گا۔ اور جو کوئی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (صحيح البخاري: 2442، صحيح مسلم: 2580) اسی طرح بخاری کی ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے رات (سوتے میں) دو آدمیوں کو دیکھا، وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: وہ شخص جسے آپ نے دیکھا کہ اس کے منہ کا دہانہ چیرا جارہا ہے وہ جھوٹا آدمی تھا۔ جو ایک جھوٹ گھڑتا تو وہ اس سے ہاتھوں ہاتھ لے لیا جاتا یہاں تک کہ وہ جھوٹ مشرق و مغرب تک پھیل جاتا۔ آپ نے جو دیکھا ہے قیامت کے دن تک اس کے ساتھ اسی طرح کیا جاتا رہے گا۔'' (صحيح البخاري: 1386) رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: «كَفَى بِالمَرْءِ إِثْماً أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ» ''آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے آگے بیان کردے۔'' (سنن أبی داود: 4992)

❿ آخر میں گزارش ہے کہ انٹرنیٹ کے استعمال کے دوران میں خصوصاً اور عام زندگی میں عموماً اپنے آپ کو چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچائیں۔ ایسے گناہ جو جمع ہوجائیں تو بندے کو ہلاک و برباد کردیتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول صحیح سند کے ساتھ کتب احادیث میں مروی ہے: ''چھوٹے چھوٹے حقیر سمجھے جانے والے گناہوں کی مثال ایسے ہے جیسے لوگوں کا ایک گروہ کسی بیابان اور بنجر زمین پر پڑاؤ کرے اور ان کے پاس کھانا ہو جسے آگ کے سوا کوئی اور چیز کھانے کے قابل نہیں بناسکتی۔ تو وہ بکھر جائیں۔ کوئی لید کا ٹکڑا لائے، کوئی ہڈی لائے اور کوئی لکڑی ڈھونڈ لائے جنھیں جمع کرکے وہ آگ جلاسکیں اور اپنے کھانے کو قابل استعمال بناسکیں۔ اسی طرح چھوٹے گناہوں کو حقیر سمجھنے والا ہے۔ وہ کسی کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے اور کوئی چھوٹا گناہ کرتا ہے۔ یہ سب اکٹھے ہوکر گناہوں کا ایک پہاڑ بنادیتے ہیں جس کی وجہ سے شاید اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ جہنم کی آگ میں پھینک دے۔'' (شعب الایمان: 455/5)

اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے اور ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

❁❁❁❁



آپ کے سوالات اور ان کا حل

ابوالحسن حافظ عبدالخالق، ریسرچ فیلو دارالسلام

سوال عرض یہ ہے کہ ہمارا ادارہ مرکز الفردوس الاسلامیہ اہل حدیث، وارڈ نمبر20 محلّہ محمد آباد چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں واقع ہے۔ جس میں تین شعبہ جات کی چار کلاسیں ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

شعبہ حفظ	ایک کلاس
شعبہ ناظرہ	دو کلاس
شعبہ درس نظامی	ایک کلاس

ان تین مختلف شعبہ جات میں قریباً 200 مقامی طلباء و طالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ جن کے تمام اخراجات بشمول کتب، تنخواہ پانچ اساتذہ کرام، رہائش ایک استاد، بل بجلی و دیگر اخراجات علاوہ کھانا بذمہ ادارہ ہیں۔ جبکہ جامعہ کا کوئی ذریعہ آمدن نہ ہے۔ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ کی بابت علمائے دین؟ یہ کہ ادارہ کے درج بالا اخراجات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ادارہ زکوٰۃ، فطرانہ، کھال کا مستحق ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں درپیش مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ خیراً (انتظامیہ، مرکز الفردوس الاسلامیہ اہل حدیث وارڈ نمبر20 محلّہ محمد آباد چیچہ وطنی ضلع ساہیوال)

جواب قرآن مجید میں سورۂ توبہ (60:9) میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ مصارف زکوٰۃ ذکر فرمائے ہیں، اور انھیں کلمۂ حصر 'اِنما' کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مصارفِ زکوٰۃ صرف یہی آٹھ مدّات ہیں، تفصیل سورۂ توبہ کے محولہ بالا مقام پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ان میں ایک مد ''فی سبیل اللہ'' کی بھی ہے۔

''سبیل اللہ'' سے مراد ہر وہ عملی اور اعتقادی ذریعہ و راستہ ہے جس کے ذریعے سے انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب تک پہنچتا ہے، یعنی سبیل اللہ عام ہے، بالخصوص اس سے وہ امورِ خیر مراد ہیں جو دینی اور اجتماعی و معاشرتی مفاد کے لیے ہوں۔ چونکہ قرآن کریم میں عموماً ''سبیل اللہ'' جہاد و قتال کے ضمن میں استعمال ہوا ہے اس لیے مذاہب فقہیہ اس پر متفق ہوگئے کہ اس سے مراد مجاہدین اور راہِ جہاد ہے، یہ جمہور علماء کا موقف ہے، جبکہ دوسری رائے کے مطابق جہاد و قتال کے ساتھ ساتھ دوسرے اعمال خیر بھی مراد ہیں جیسا کہ بعض دیگر علماء و فقہاء کا مذہب ہے۔

(تفسیر المنار 436/10، تفسیر کبیر 87/6، تفسیر خازن 376/2، روح المعانی 179/6، فتح البیان از علامہ صدیق حسن 136/3، التفسیر المنیر از وھبہ زحیلی 627/5-628)

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کا بھی شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جو ''فی سبیل اللہ'' کی مد کے عموم کے قائل ہیں، اس لیے وہ اس کے تحت تمام امور خیر کو شامل سمجھتے ہیں۔ (الروضة الندية بتحقيق الألبانی 533/1) لیکن زیرِ بحث مسئلہ میں انھوں نے زیادہ توسّع سے کام لیا ہے جیسا کہ علامہ رشید رضا رحمہ اللہ کی تحقیق ہے۔ لیکن نواب صاحب نے ایک اصولی بات ذکر کی ہے جو قابل التفات ہے، فرماتے ہیں: ''یہاں سبیل

اللہ سے مراد اللہ عزوجل کی طرف پہنچنے والا راستہ ہے، جہاد اگرچہ اللہ تعالیٰ کے عظیم راستوں میں سے ہے لیکن یہاں مذکورہ سہم (حصے) کی اس کے ساتھ تخصیص کی دلیل موجود نہیں بلکہ مذکورہ حصے کا ہر اس مقام پر خرچ کرنا درست ہے جو اللہ عزوجل کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ و راستہ ہو، یہ آیت کریمہ کے لغوی معنی ہیں، یعنی لغوی معنی کا یہی تقاضا ہے، اور جہاں شرعاً صحیح نقل موجود نہ ہو وہاں لغوی معانی پر توقف کرنا واجب ہے۔(الروضة 532/1)

''سبیل اللہ'' کی جہاد کے ساتھ عدم تخصیص کی ایک دلیل وہ حدیث بھی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حج کو بھی سبیل اللہ میں شمار کیا ہے، جیسا کہ (سنن أبی داود حدیث: 1989) اُمِّ معقل کی حدیث میں ہے «فَإِنَّ الْحَجَّ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ» یہ موقف امام احمد اور اسحاق رحمہما اللہ وغیرہ کا ہے۔ بعض علماء نے طلبائے دینی بھی مراد لیے ہیں(تفسیر آلوسی 179/10، تفسیر منیر 628/5)

علامہ رشید رضا رحمہ اللہ تفسیر منار میں متعلقہ موضوع کے تحت گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: «والتحقيق أن سبيل الله هنا مصالح المسلمين العامة التي بها قوام أمرالدين والدولة دون الأفراد» (تفسیر المنار 440/1) ''تحقیق یہ ہے کہ یہاں سبیل اللہ سے مسلمانوں کے ایسے مفاداتِ عامہ مراد ہیں جن پر دینی اور حکومتی امور کے قیام کی بنیاد ہے، شخصیات مراد نہیں۔''

مزید لکھتے ہیں: ''فی سبیل اللہ'' کی مد ان باقی تمام مفادات اور مصالح عامہ کو شامل ہے جن پر امور دین و مملکت کی بنیاد ہے، ان میں اولین درجہ جنگ وقتال کی تیاری کو حاصل ہے، جس میں اسلحہ خریدنا، لشکر کی خوراک کا بندوبست کرنا اور ذرائع وآمدورفت اور مجاہدین کی تیاری ہے۔''

آں رحمہ اللہ عسکری ہسپتالوں، حجاج کرام کے لیے پرسکون راستوں اور ان کی بنیادی اجتماعی ضروریات کی فراہمی، نیز عام خیراتی اداروں، راستوں کی اصلاح وتعمیر، فوجی ضرورت کے تحت فولادی ریلوے لائن کا بچھانا، جنگی بکتر بند کشتیوں کا بنانا، جنگی جہازوں، قلعوں کی تعمیر اور خندقوں کی تیاری وغیرہ کو بھی اسی مد میں شامل کرتے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں: «ومن أهم ما ينفق فِي سبيل الله فِي زماننا هذا إعداد الدعاة إلى الإسلام وإرسالهم إلى بلاد الكفار من قبل جمعيات منظمة تمدهم بالمال الكافي كما يفعله الكفار في نشر دينهم.....ويدخل فيه النفقة على المدارس للعلوم الشرعية وغيرها مما تقوم المصلحة العامة، وفى هذه الحالة يعطى منها معلموا هذه المدارس ما دامو يؤدون وظائفهم المشروعة التي ينقطعون بها عن كسب آخر، ولا يعطى عالم غني لأجل علمه وإن كان يفيد الناس به» (تفسیر المنار 442/10) ''ہمارے اس زمانے میں اہم ترین فی سبیل اللہ کی جو مد ہے جس میں زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے وہ داعیانِ اسلام کی تیاری اور انھیں منظم جمعیات (رفاہی اداروں) کی طرف سے بلاد کفار کی طرف بھیجنا ہے۔ یہ ادارے انھیں بقدر کفایت مالی امداد بہم پہنچاتے ہیں جیسا کہ یہ کام کفار اپنے دین کی نشر واشاعت کے لیے کرتے ہیں.....اور اس مد کے تحت علوم شرعیہ وغیرہ کی درسگاہیں بھی داخل ہیں جن پر مذکورہ مد سے خرچ کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی مفاد عام سے ہے۔ نیز دریں صورت اس سے مدارس کے اساتذہ و معلمین کی تنخواہیں بھی دی جاسکتی ہیں جو باقاعدہ اپنی شرعی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں، جن کی وجہ سے وہ کوئی اور کام نہیں کرسکتے، لیکن اس سے کسی غنی صاحب علم کو صرف اس کے علم کی بناء پر کچھ نہیں دیا جائے گا، اگرچہ لوگ اس کے علم سے مستفید ہوتے ہوں۔''

المختصر ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جمہور کے نزدیک راہ جہاد ہے لیکن اس تخصیص پر نہ اجماع ہے اور نہ کوئی مستند نص ہی منقول ہے۔ جب شرعی نقل و دلیل موجود نہ ہو تو لغت عرب اتھارٹی ہوتی ہے، یعنی عرب کی لغت کی روشنی میں لفظ کے معنی ومفہوم کا تعین کیا جاتا ہے، لہٰذا اس رو سے ''فی سبیل اللہ'' عام ہے کہ اس سے ہر وہ دینی اور اجتماعی ومعاشرتی مفادِ عام کے امور خیر مراد ہیں جن سے شخصی نہیں بلکہ دینی و اجتماعی مفادات مقصود ہوں، جن میں سے چند کی مثالیں گزر چکی ہیں، ضمنی اخراجات مثلاً: مدرسے کے بل بجلی وغیرہ بھی اسی کے تحت داخل ہیں۔ اس سب کے باوجود آج کل مدارس دینیہ جس اضطرار اور مالی مشکلات کا شکار ہیں وہ بھی اہل خیر سے مخفی نہیں یا پھر اس قسم کے معاہدِ علمیہ اور درسگاہوں میں دینی وتعلیمی سرگرمیوں کو موقوف کردیا جائے لیکن اس کے

بھیانک نتائج دیندار صاحبِ بصیرت طبقے پر مخفی نہیں ہیں۔

باقی رہا درسگاہ کے متعلمین، یعنی بیرونی یا اندرونی طلباء کا مسئلہ تو اس سے نفس مسئلہ پر فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ اور دین حنیف کی نشرواشاعت ہے، یہ مقصد دونوں قسم کے طلباء ہی سے متوقع ہے، ہاں جو طلباء اغنیاء کے فرزند ہوں وہ زکوٰۃ کی مد سے کھانا نہ کھائیں، جبکہ فطرانہ اور کھال کے مستحقین صرف مساکین ہیں، تو اگر ادارے میں یا اس کے متعلقین میں اس قسم کے ضرورت مند افراد ہوں یا ایسے مسافر طلباء ہوں جو معاش کے لیے بھاگ دوڑ نہیں کرسکتے تو فطرانہ اور کھالیں وصول کرنا جائز ہوگا، ورنہ احتیاط کی جائے۔

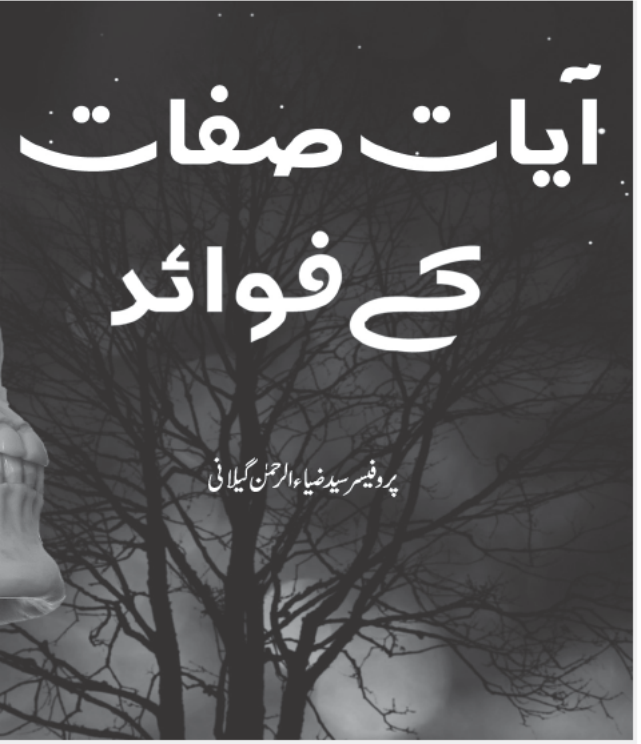
شخصی اور اجتماعی مفادات کے فرق کے لیے دیکھیے: تفسیر المنار 441/1.

سوال جس لڑکی سے میں نے شادی کی ہے۔ اس کی پہلے بھی شادی ہوئی تھی۔ اُس میں سے پہلے بھی ایک بیٹا تھا۔ اُس کی وجہ سے گھر میں اکثر لڑائی ہوتی تھی۔ اس وجہ سے میں نے اُسے طلاق دی۔ اس بات کو گزرے ہوئے چار ماہ ہوگئے ہیں۔ اب لڑکی والے کہتے ہیں کہ اگر اس بات پہ فتویٰ مل جائے کہ ایک طلاق ہوئی ہے تو وہ اسے واپس بھیج دیں گے۔ (اکرام گڑھی شاہو، لاہور)

جواب صورت مسئولہ میں صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوئی تھی اور عدت کے اندر اندر آپ کو رجوع کا حق حاصل تھا، لیکن چونکہ اب عورت کی عدت (جو کہ تین حیض ہے) گزر چکی ہے اس لیے رجوع تو قطعاً نہیں ہوسکتا، ہاں البتہ دوبارہ گواہان اور ولی کی موجودگی میں تجدید نکاح ہوگا۔

ایک طلاق واقع ہونے کی دلیل صحیح مسلم میں مروی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے (صحیح مسلم، الطلاق، 3673)

تجدید نکاح کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرۃ 2:232) ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں (عدت پوری کرلیں) تو انھیں اس سے مت روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کریں جبکہ وہ آپس میں باہم معروف طریقے سے رضامند ہوں۔''



آیات صفات کے فوائد

پروفیسر سید ضیاء الرحمن گیلانی

قارئین! اس پُر آشوب دور میں جہاں سکون و چین ندارد، جہاں حفاظتِ مال و جان ندارد، جہاں صلہ رحمی ندارد، اور تو اور اولاد، والدین کا آپس کا تعلق ندارد، معاشرے سے برداشت کا مادہ ندارد۔ غرض یہ کہ ہر طرف افراتفری کا سا منظر اور نفسانفسی کا عالم نظر آتا ہے۔ ان حالات کو سدھارنے کے لیے ہم بھی میدانِ عمل میں آئے ہیں۔

ان تمام معاملات میں 50 فی صد مسائل نفسیاتی ہیں، کچھ جسمانی اور بقیہ روحانی مسائل ہیں۔ روحانیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندے کا اپنے خالق و مالک اللہ عزوجل سے ٹوٹا ہوا ناتا جوڑا جائے۔ جہاں بدعملی پیدا ہوتی ہے یقیناً وہاں سے برکت وثمرات اٹھا لیے جاتے ہیں، اور بے برکتی مقدر بن جاتی ہے۔ ہمارے ہاں اگر کچھ لوگ نمازی ہیں تو یہ تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ مؤذن اذانِ فجر دے رہا ہوتا ہے اور اس کی آواز لاؤڈ اسپیکر سے نشر ہو رہی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود سننے والے چند ایک ہوتے ہیں۔ اور خواب خرگوش کے مزے لوٹنے والوں کی تعداد گنتی سے باہر ہوتی ہے۔ کیونکہ شیطان نے اُن کے کانوں میں پیشاب کردیا ہوتا ہے اور اُن کی گدی پر گرہیں باندھ دی ہوتی ہیں تاکہ یہ شخص صبح اُٹھ کر اللہ کے حضور لبیک نہ کہہ سکے۔ چنانچہ وہ آرام سے سویا رہتا ہے اور اس کے سوئے رہنے سے اس کی قسمت بھی سو جاتی



ہے۔صبح دیر تک سوئے رہنے سے طبیعت میں بوجھل پن، اکتاہٹ اور بے چینی، یہ اثرات ہیں جلد نہ اُٹھنے کے۔

قارئین! اِن حالات میں شیطان کو اِن گھروں میں نقب لگانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے اور وہ آسانی سے اپنے شکار کو دبوچ لیتا ہے۔نتیجتاً یہ سنا جاتا ہے کہ لڑکے یا لڑکی کو دورے پڑ رہے ہیں۔ڈاکٹرز حضرات بھی اس بیماری کی تشخیص نہیں کر سکتے۔بلکہ پوری دنیا کی ٹیکنالوجی ان بیماریوں کو ٹریس کرنے سے قاصر ہے۔

یکم جون2013ء کے روزنامہ نوائے وقت کے صفحہ نمبر9 پر کنجوانی کے حوالے سے ایک خبر لگی ہے جس میں گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی طالبات بے ہوش ہو کر گر جاتی ہیں۔ڈاکٹر بچیوں کے علاج سے انکاری ہیں کہ یہ میڈیکل کیس نہیں کسی عامل کے پاس لے جایا جائے۔

خواتین وحضرات! یہ کیا معمہ ہے جو حل نہیں ہوتا؟ آخر اس سکول میں کیا ہے جس نے اہل علاقہ کی نیندیں حرام کی ہوئی ہیں؟ سب کی زبان پر ایک ہی جملہ ہے کہ سکول میں موجود باتھ رومز اور بیری کے درخت آسیب کی آماجگاہ ہیں۔یہ صرف اور صرف ہماری کوتاہی ہے۔ہم اپنے بچوں کو صبح سویرے جگا کر نمازِ فجر پڑھوائیں، قرآن کی تلاوت ہو، والدین صبح و شام کے اذکار پڑھ کر بچوں پر دم کریں تو کیوں ایسی شکایات آئیں۔کوتاہی ہمارے اندر ہے گھر سے الوداع کرتے ہوئے معوّذات پڑھ کر اپنے معصوم بچوں اور بچیوں کو روانہ کیا جائے تو وہ اللہ کی پناہ میں رہتے ہیں۔لیکن اس کے برعکس ہمارے گھروں میں صبح لیٹ آنکھ کھلنے پر ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوتا ہے۔افراتفری کا عالم ہوتا ہے، ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے بھاگم بھاگ سکول پہنچتے ہیں تو اس کا نقصان بھی یہی ہوگا۔

پھر یہی لوگ عاملین کے پاس جاتے ہیں۔وہ لوگ کالے علم سے ان کا علاج کرتے ہیں۔ان نام نہاد عاملوں کے پاس یہ سادہ لوح لوگ اپنا ایمان بیچ آتے ہیں۔اور پھر ساری زندگی بے ایمانی میں گزار دیتے ہیں۔قبروں مزاروں پر، عرسوں میلوں پر اور اس قسم کے دیگر مقامات پر یہ لوگ اپنی رقوم کے ساتھ ساتھ ایمان بھی لٹاتے نظر آتے ہیں۔

خدارا! ان گناہوں کے اڈوں سے خود بھی بچیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی محفوظ رکھیں۔

کچھ لوگ روحانیت کے سلاسل کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں۔ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ قوم پریشان ہے، لوگ مصیبت کے مارے ہوئے ہیں تو یقینی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے آرام وسکون کے لیے کسی بھی حد سے گزرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

ان کو اگر سلفی العقیدہ عاملین نہ نظر آئیں تو یہ ان غیر اللہ کو پوجنے والوں کے پاس جائیں گے۔ابھی چند دن پہلے کی بات ہے میں نمازِ عصر ادا کرنے کے لیے اپنے شہر کی مرکزی جامع مسجد میں گیا۔ایک حاجی صاحب میرے بڑے اچھے تعلق والے، اُن کا بیٹا بیمار تھا۔دم کرنے کا مجھے کہنے لگے۔میں ان کے ساتھ گھر چلا گیا۔ہسٹری سنانے لگے کہ ہم لاہور تک کے ہسپتالوں تک چکر لگا آئے ہیں لیکن افاقہ نہیں ہوا۔اب عاملین سے رجوع کیا ہے۔کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ، بہت پریشان ہیں۔

قارئین! اس فیملی کو میں تین پشتوں سے جانتا ہوں جو کہ الحمدللہ اہل حدیث مسلک سے وابستہ ہے۔جب یہ افتاد اُن پر پڑی تو وہ ایک عامل کا بتانے لگے کہ اس کے پاس ہم گئے ہیں اس سے ہمیں کچھ افاقہ ہوا ہے۔میں نے سوالیہ نظروں سے ان کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اس کا عقیدہ بہت اچھا ہے، حالانکہ اس عامل کو میں بھی جانتا ہوں بلکہ ہمارے علاقے کے اکثر لوگ جانتے ہیں کہ عرس منانے والا غیر اللہ سے استمداد کا طالب۔لیکن ہمارے سلفی العقیدہ بھی ان لوگوں کے پاس جانے پر مجبور



ہیں۔ بس یہی ایک تڑپ ہمارے دلوں میں موجود ہے کہ پہلے ہی ہم اپنا سب کچھ برباد کر چکے ہیں اگر ایمان بھی برباد ہو گیا تو ہمارے پاس کیا بچے گا۔ اسی لیے اس ماہنامہ ''ضیائے حدیث'' میں اس سلسلے کا آغاز کیا ہے۔

قارئین! اللہ کا دیا ہوا ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہمیں ہدیہ اور نذرانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ ہمیں اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ کرے، آمین۔ ہمارا ہدیہ اور نذرانہ صرف اور صرف یہ ہے کہ جب رات کی تنہائیوں میں اُٹھ کر اپنے لیے دعا کریں تو ہمیں بھی یاد رکھیں۔ اللہ ہم سب کا خاتمہ بالایمان کرے۔ آمین۔

آیئے کچھ آیات صفات کے فوائد سے ہم بھی روشناس ہوں۔ یاد رکھیے! حسب ذیل اذکار میں سے کئی ایک تو مسنون ہیں اور کئی ایک کی بنیاد ذاتی یا بزرگوں کے تجربات ہیں۔

① آیۃ الکرسی: ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے والا کوئی بھی انسان ناگہانی یا حادثاتی صورت کا شکار نہیں ہوگا۔

کتاب اللہ میں یہ سب سے افضل آیت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور صفات کو بیان فرمایا ہے۔ ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھنے سے جنت ملے گی۔ رات کو سوتے وقت پڑھنے سے شیطان اور چور سے حفاظت ہوتی ہے۔ جن اور جادوٹونے والا کثرت سے اس کی تلاوت کرے گا تو تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس کی تلاوت پر دوام کرنے سے اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

② ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّمَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آل عمرٰن 26:3)

اس آیت کی کثرت سے تلاوت کرنے والے کا اگر پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہو تو اتر جائے گا۔

③ ﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ (بنی اسرآء یل 111:17)

جو بھی مصیبت زدہ یا آفت والا کثرت سے اس کی تلاوت کرے گا اس کی حالت سدھر جائے گی۔ مصائب اور فقروفاقہ دور ہو جائے گا۔ میرے والدِ گرامی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ان آیات مبارکہ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ مجرب ہے۔ کثرت سے ان کا وظیفہ کرنے والا ان شاء اللہ ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔

④ «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم».

نماز فجر کے بعد 100 مرتبہ یہ دعا جو بھی شخص پڑھے گا اس کے گناہ خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحيح البخاری: 6405)

⑤ «لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه».

ناحق قید سے چھٹکارے کا نبوی نسخہ۔ مالک اشجعی نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسول! میرا بیٹا عوف کافروں کی قید میں ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان سے کہہ دو کہ بکثرت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه پڑھتے رہیں۔''

روایات میں یہ بات ثابت ہے کہ ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی بیڑیاں کھل گئیں اور یہ صحابی وہاں سے نکل بھاگے۔ بھاگتے بھاگتے کافروں کی اونٹنیوں اور بکریوں کے ریوڑ ان کے ہاتھ لگ گئے جن کو وہ اپنے ساتھ ہی لے آئے۔ یہ صحابی سارا مال اپنے گھر لے آئے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری داستان گوش گزار کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سب تمھارا ہے جو چاہو کرو۔'' (ضعيف الترغيب والترهيب: 972، و تفسير ابن كثير، الطلاق 3:65)

قارئینِ محترم! ہماری حوصلہ افزائی ہوگی اگر آپ ان آیات سے فائدہ اٹھا کر ہمیں ایک عدد خط تحریر کریں گے۔

اپنے روحانی، نفسیاتی اور جسمانی علاج کے لیے ہمارے دیے گئے ایڈریس پر خط تحریر کریں۔ ان شاء اللہ قرآن وسنت کی روشنی میں علاج تجویز کیا جائے گا۔

پتہ: روحانی مرکز، ڈیرہ سادات
اڈا موترہ، ڈسکہ، سیالکوٹ
PH:052-6228000-0300-6435335

❁❁❁

ملکی نظم ونسق میں نصرتِ الٰہی کی ضرورت، اسباب اور رکاوٹیں

حافظ محمد حق نواز، ریسرچ فیلو دارالسلام

معاشرتی زندگی میں انسان پر چھوٹی بڑی کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کا دائرہ کار گھر کی چار دیواری سے لے کر ملک کے اطراف و اکناف تک پھیلتا چلا جاتا ہے۔ ملکی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے محض ذاتی صلاحیتیں کافی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر نصرت الٰہی کی ضرورت ہے کیونکہ تمام معاملات کا کنٹرول رب العالمین کے پاس ہے۔ اس لیے کسی بھی معاملے میں کامیابی کا حصول نصرتِ الٰہی کے بغیر ناممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَ اِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ”اگر اللہ تمھاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمھیں بے یارومددگار چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمھاری مدد کرسکے؟ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔“ (آل عمران 160:3)

نصرت الٰہی کے حصول کے ذرائع

ہر قسم کے مادی وسائل و ذرائع اختیار کرنے کے ساتھ نصرت الٰہی کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل اسباب و ذرائع اختیار کرنا ضروری ہے:

① عقیدۂ توحید

نصرت الٰہی کے حصول کے لیے عقیدے کا خالص ہونا ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے، اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“ (الانعام 82:6) اور ظلم سے مراد شرک ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ ”بے شک شرک ہی بہت بڑا ظلم ہے۔“ (لقمان 13:31)

② اتحاد اور باہمی مشورہ وتعاون

باہمی تعاون اور مشورے کے ذریعے بڑے بڑے مشکل مرحلے بھی نصرت الٰہی اور تائید ایزدی سے آسان ہوجاتے ہیں۔ احد، خندق اور دیگر غزوات کے موقع پر آپ ﷺ نے اکابر صحابہ کرام کے مشوروں ہی پر عمل کرکے نصرت الٰہی کے ذریعے فتوحات حاصل کیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں ایک دوسرے





کی مدد کرنا شروع کردیں۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے جھنجوڑا ہے:﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ﴾ ''تمھیں کیا ہوگیا ہے تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟'' (الصّٰفّٰت 25:37) اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ ''اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملے) میں مدد مانگیں تو تم پر مدد لازم ہے۔'' (الانفال 72:8) دین و دنیا کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون بھی نصرت الٰہی کا سبب ہے۔

③ نرم رویہ اور عمدہ اخلاق

نرم مزاجی اللہ کی خاص رحمت اور دین و دنیا کے معاملات کو کامیابی سے چلانے کا راز ہے۔ رعایا کے ساتھ درشتی اور سختی اپنانے، ناروا پابندیاں لگانے سے بغاوت جنم لیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾ ''پس (اے نبی!) آپ اللہ کی رحمت کے باعث ان کے لیے نرم ہوگئے۔ اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، چنانچہ آپ ان سے درگزر کریں۔'' (اٰل عمران 159:3) معلوم ہوا کہ ملکی نظم و نسق کو بخوبی چلانے کے لیے نرمی، ملائمت اور خلق عظیم کا مظاہرہ کرنا بہت ضروری ہے۔

④ صبر و استقامت

راہِ حق میں تمام مشکلات کا صبر اور حوصلے کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ مصائب و آلام کو دور کرنے کے لیے اللہ سے مدد کی درخواست کرنے سے نصرت الٰہی کا نزول ضرور ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''تم صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرة 153:2)

⑤ حدود اللہ کا نفاذ

حدود اللہ کا نفاذ بھی نصرت الٰہی کے نزول کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ حدود اللہ کو نافذ کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور انعام کے طور پر اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔ حدود اللہ کے نفاذ سے جرائم کم ہوجاتے ہیں۔ ایک اسلامی ملک میں حدود اللہ کا نفاذ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «إِقَامَةُ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِاللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ مَطَرِ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً، فِي بِلَادِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ» ''کسی اسلامی ملک کے اندر حدود اللہ میں سے کسی ایک حد کا نفاذ چالیس رات تک برسنے والی بارش سے بہتر ہے۔'' (سنن ابن ماجه: 2537 ضعيف) لہٰذا حدود اللہ کو نافذ کرنے سے بھی نصرتِ الٰہی کا نزول ہوسکتا ہے۔

⑥ عدل و انصاف کا قیام

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾ ''بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' (النحل 90:16) خالق کائنات کا حکم مانتے ہوئے معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام ضروری ہے۔ عدل و انصاف کا قیام کرنے والا بہت بڑی فضیلت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین اور قریب ترین عدل و انصاف قائم کرنے والا حکمران ہوگا۔ اور مبغوض ترین اور اللہ تعالیٰ سے دور ترین ظالم حکمران ہوگا۔'' (جامع الترمذی: 1329) عدل و انصاف کی وجہ سے معاشرے میں امن و امان ہوگا اور نصرت الٰہی کا نزول بھی ہوگا۔

⑦ رعایا کے حقوق کی ادائیگی

رعایا کے حقوق کو ادا کرنا یا ان کا خیال رکھنا صرف حکمرانوں کے لیے خاص نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''تم میں سے ہر ایک نگران و ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے قیامت کے دن اس کی نگرانی و ذمہ داری کے بارے میں بازپرس ہوگی۔'' (صحيح مسلم: 1829) اسی طرح رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهٖ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ» ''اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کے لیے جنت کو حرام کردیا ہے جسے وہ رعایا کا محافظ یا نگران بناتا ہے اور وہ رعایا سے دھوکے اور فراڈ کا معاملہ کرتے کرتے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔'' (صحيح مسلم: 142 بعد حديث: 1829) اسی طرح رسول اللہ ﷺ دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ! میری امت میں سے جسے تو لوگوں کے معاملات میں سے کسی معاملے کا نگران / سربراہ بنادے، وہ لوگوں کے لیے سختیاں اور مشکلات پیدا کرنا شروع کردے تو تو بھی اسے مشکلات میں پھنسادے۔ اور جسے تو میری امت کا سربراہ بنائے وہ لوگوں کے لیے سہولیات اور آسانیاں پیدا کردے تو تو بھی



اس کے معاملات کو آسان کردے۔'' (صحیح مسلم: 1828) لہٰذا ایسی مملکت، ادارہ یا جماعت جس کے افسران بالا اپنے ماتحت عملے یا رعایا کے حقوق پامال نہیں ہونے دیتے، ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں تو نصرت الٰہی کے ذریعے ان کی مشکلات آسان ہوجاتی ہیں۔

⑧ دعا

نصرت الٰہی کے حصول کے لیے دُعا اور التجا تمام ذرائع سے بڑھ کر کارگر اور مفید ثابت ہوتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے مصائب و آلام، تنگی ترشی اور سخت آزمائشوں میں اس ہتھیار کا خوب استعمال کیا۔ اللہ کی اجازت کے بغیر سیدنا یونس علیہ السلام اپنی قوم سے ناراض ہوکر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مچھلی کا لقمہ بنادیا۔ انھوں نے غلطی کا اعتراف کرکے اللہ سے دعا کی: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بلاشبہ میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔'' (الانبیآء 87:21) اسی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں تمام تاریکیوں سے نجات دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جس نے بھی اس دعا کے ساتھ کسی معاملے کے لیے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور قبول فرمایا ہے۔'' (جامع الترمذی: 3505)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مبارک اسوہ

نصرتِ الٰہی اگر شامل حال ہوجائے تو بنجر، بے آب وگیاہ وادیوں میں بھی زندگی کی شمعیں روشن ہوسکتی ہیں۔ بغیر وسائل وذرائع کے بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک کو روزی دینے پر قادر ہے لیکن اس ذات پر مکمل توکل اور بھروسے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کی زندہ مثال سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے، ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بیٹے کو ایسی وادی میں اکیلے چھوڑ کر چلے گئے جہاں نہ پانی تھا اور نہ کھانے کی کوئی چیز ہی۔ انھوں نے اپنے خالق ومالک اور رازق کے حکم کے سامنے سرِتسلیم خم کردیا اور اسی ذات کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیے: ﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اے میرے رب! اس (جگہ) کو امن والا شہر بنا اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے، انھیں پھلوں سے رزق دے۔'' (البقرۃ 126:2) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کی۔ مکہ شہر امن کا گہوارہ بن گیا۔ ناقابلِ زراعت علاقہ ہونے کے باوجود اس وقت مکہ مکرمہ میں ہر موسم میں ہر قسم کا پھل فروٹ، غلہ اور سبزیاں فراوانی سے پائی جاتی ہیں۔ یہ سب نصرتِ الٰہی کے ثمرات ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اپنایا۔ مکہ کی طرح مدینہ کو بھی حرمت والا قرار دیا، مدینہ اور اہل مدینہ کے لیے خیر وبرکت کی دعا کی: «اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ، وَمُدِّهِمْ» ''اے اللہ! اہل مدینہ کے ناپ تول کے پیمانے میں برکت پیدا فرما۔ اے اللہ! ان کے ''صاع'' اور ''مُد'' دونوں پیمانوں میں برکت پیدا فرما۔'' (صحیح البخاری: 2130) یاد رکھیے! رب العٰلمین سے مانگتے ہوئے اس پر اعتماد اور توکل بھرپور ہونا چاہیے۔

آج ہم اور ہمارے حکمران بھی اسی توکل، بھروسے اور یقین کا مظاہرہ کرتے ہوئے رب العٰلمین سے خیر و برکت کی دعا کریں، اور اس کی عطا کردہ نعمتوں پر صبر وشکر کے ساتھ قناعت کرلیں تو اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ ان نعمتوں میں مزید اضافہ کردے گا۔

جبکہ موجودہ دور کے مسلمانوں کا اس ذات پر توکل اور یقین نہ ہونے کے برابر ہے۔ انھوں نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک، امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور بھارت وغیرہ کو اپنا معاشی رب تسلیم کیا ہوا ہے۔ یہ ان سے بھاری سود کے عوض اور غیر اسلامی امور کو فروغ دینے کی شرائط پر قرضہ وصول کرتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہمارے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کا طرزِ عمل

سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی آزمائشوں سے گزار کر مصر کا حکمران بنایا۔ انھیں علم نبوت کی روشنی میں خوابوں کی صحیح تعبیر بتانے کی صلاحیت سے نوازا۔ انھوں نے اہل مصر کو اپنی حکمت و تدبیر اور نصرتِ الٰہی کے ذریعے دوران قحط شدید قسم کے مالی بحران کا شکار ہونے سے محفوظ رکھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے احسانات اور دیگر صفات کا تذکرہ کرکے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میں تو کچھ بھی نہیں سب کچھ تو ہی تو ہے: ﴿اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ ''دنیا وآخرت میں تو



ہی میرا ولی (دوست) اور کارساز ہے۔‘‘ (یوسف 101:12)

بحرانوں پر قابو پانے کا نبوی طریقہ کار

رسول اکرم ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے آپ ﷺ غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ کفار مکہ آپ کے تعاقب میں تلاش کرتے کرتے غار ثور کے دہانے پر آپہنچے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے کہ اگر انھوں نے نیچے دیکھ لیا تو ہم پر نظر پڑ سکتی ہے۔ نتیجتاً ہم پکڑے جائیں گے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہمدم کو حوصلہ دیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے: ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ’’پریشان نہ ہوں اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔‘‘ (التوبة 40:9) نصرتِ الٰہی کے نتیجے ہی میں آپ ﷺ بہ حفاظت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی حفاظت اور دفاع میں جتنے بھی غزوات ہوئے، غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب وغیرہ سب میں مسلمانوں کو نصرتِ الٰہی اور تائید ایزدی حاصل رہی۔ وہ اللہ کے ہو گئے اور اللہ بھی انھی کا معاون و مددگار بن گیا۔

آپ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر حتی المقدور اسباب و ذرائع اختیار کیے اور مٹھی بھر مجاہدین تیار کر کے میدان کارزار میں اتارتے وقت بارگاہِ الٰہی میں یوں گوش گزار ہوئے: ’’اے اللہ! میں تجھے تیرے وعدے اور عہد کا واسطہ دے کر کہتا ہوں (میرے پاس جو تھا وہ تیری بارگاہ میں پیش کر دیا ہے) اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ آئندہ تیری عبادت نہ کی جائے (تو ان مٹھی بھر مجاہدین کو ہلاکت میں ڈال دے اور اگر چاہتا ہے کہ تیری ہی عبادت کی جائے، تیرے ہی دین کا پرچار ہو تو پھر ان کی مدد فرما۔)‘‘ (صحيح البخاري:3953)

غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی کے دوران ایک مضبوط چٹان رکاوٹ بن گئی۔ آپ ﷺ کا اس رکاوٹ کو توڑنا اور انتہائی بھوک پیاس کے باوجود صحابہ کرام کا کام میں جتے رہنا نصرتِ الٰہی کے ہی کرشمے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ اور اہل مدینہ کے دفاع کے لیے ہر ممکنہ مادی اقدامات کرنے کے باوجود نصرتِ الٰہی کے لیے دعا فرمائی: «اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ، اِهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اِهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ» ’’اے اللہ! اے کتاب کے نازل کرنے والے! اے جلد حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست سے دوچار کر اور انھیں ہلا کر رکھ دے۔‘‘ (صحيح البخاري: 6392) اس کے بعد ایسی زور دار آندھی کی صورت میں نصرت الٰہی کا نزول ہوا کہ اس نے مشرکین کے خیمے اکھاڑ پھینکے، برتن اڑا دیے، مال مویشی بھگا دیے۔ بالآخر وہ بری طرح ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ بنابریں فتح و کامرانی مسلمانوں کا مقدر بنی، حالانکہ جنگی نقطہ نظر سے اور ظاہری اسباب و ذرائع کے لحاظ سے کفار کے مقابلے میں مسلمان انتہائی کمزور تھے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قحط پڑ گیا۔ مال مویشی ہلاک ہونے لگے۔ تجارتی سرگرمیاں رک گئیں۔ ذرائع آمدن ختم ہونے کی وجہ سے شدید قسم کا مالی بحران پیدا ہو گیا۔ اس صورت حال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اغیار کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اپنے خالق سے مدد کے حصول کے لیے نبی ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ نبی ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیے۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: «اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا» ’’اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما، اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما، اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما۔‘‘ (صحيح البخاري: 1013) فوراً دعا قبول ہوئی اور بارش کی صورت میں نصرتِ الٰہی کا نزول شروع ہو گیا۔ ہر طرف ہریالی کے بعد قحط کا بحران ختم ہو گیا۔

نصرتِ الٰہی کے نزول میں رکاوٹیں

موجودہ دور کے مسلمان جن سنگین حالات سے گزر رہے ہیں آج سے قبل اس قسم کے حالات کبھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ آج امت مسلمہ کے پاس ہر قسم کے مادی وسائل و ذرائع موجود ہیں، ایٹمی میزائلوں سمیت جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں۔ افرادی قوت موجود ہے۔ مسلمانوں کی آبادی ڈیڑھ ارب سے تجاوز کر رہی ہے۔ اکثر اسلامی ممالک قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں۔ دنیا کے امیر ترین افراد میں سے اکثریت کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کی غلامی کرنا پڑ رہی ہے۔ دنیا میں اپنے آپ کو منوانے سے قاصر ہیں، کیوں؟ ہر



طرف مسلمان ہی ظلم کی چکی میں کیوں پس رہے ہیں؟ ماضی میں مسلمانوں کے لیے نصرتِ الٰہی نازل ہوسکتی ہے تو آج کیوں نہیں ہوتی؟ اس کے کئی اسباب ہیں، چند اسباب پیش خدمت ہیں:

① اللہ اور رسول کی نافرمانی

ماضی میں کفار پر غلبہ پانے والے مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی بات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے زندگی گزارا کرتے تھے۔ قرآن و سنت کو سب سے مقدم رکھتے تھے جبکہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی بات (قرآن وسنت) کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور امریکہ، برطانیہ، اسرائیل اور انڈیا کو آئیڈیل بنا کر انھی کے نقش قدم پر ہر میدان میں چل رہے ہیں۔ اس صورت میں نصرت الٰہی کا نزول کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی بھی نصرت الٰہی کے نزول میں رکاوٹ بن سکتی ہے جیسا کہ غزوۂ احد کے موقع پر پچاس تیر اندازوں میں سے کئی لوگوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی کی اور نصرت الٰہی سے محروم ہوگئے۔

② یہود و نصاریٰ کی دوستی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو بے شک وہ انھی میں سے ہوگا۔'' (المآئدۃ 51:5) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کیا ہے لیکن اس وقت اکثر اسلامی ممالک کے حکمران یا تو یہود و نصاریٰ کے زرخرید غلام ہیں یا ان کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ بہرحال یہود و نصاریٰ کی غلامی ہو چاہے دوستی ہو اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہرحال میں نقصان دہ ہے۔ یہ مسلمانوں کے ازلی دشمن ہیں مسلمانوں کے خیر خواہ کبھی نہیں ہوسکتے۔ اس لیے اہل اسلام کو نصرت الٰہی کے حصول کے لیے کفار سے تعلقات منقطع کرنے ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور تم ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنھوں نے ظلم کیا، ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی اور تمھارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست نہ ہوگا اور پھر تمھاری مدد بھی نہ کی جائے گی۔'' (ھود 113:11) یعنی ظالموں کے ساتھ نرمی اور مداہنت کرتے ہوئے ان سے کبھی مدد حاصل نہ کرو۔ ورنہ اس سے یہی تاثر ملے گا کہ تم ان کی دیگر باتوں کو بھی پسند کرتے ہو۔ تمھارا یہی جرم تمھیں جہنم کا مستحق بنا سکتا ہے۔

③ عہدے اور منصب کی طلب

ملکی معاملات اور نظم و نسق کو حسن تدبیر سے چلانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان عہدے اور منصب کا طالب نہ ہو۔ عہدے اور منصب کی طلب نصرت الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''عہدے اور منصب کے طالب نہ بنو۔ اگر تمھارے مطالبے پر تمھیں وہ منصب مل جائے تو تمھیں اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر وہ منصب تمھارے مطالبے کے بغیر تمھیں عطا کیا جائے تو تمھیں نصرت الٰہی نصیب ہوگی۔'' (صحیح البخاری:7146)

④ شرک و بدعات اور کبائر کا ارتکاب

اس وقت امت مسلمہ کے نصرت الٰہی سے محروم ہونے کی ایک وجہ کبائر کا ارتکاب ہے۔ والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، کرپشن، خیانت، زنا، غیبت، جھوٹ، چوری، ڈاکہ زنی اور فراڈ، سودی کاروبار، ملاوٹ، قتل وغارت، ظلم اور بے انصافی، ناپ تول میں کمی کرنا اور سب سے بڑھ کر شرک و بدعات اور ہندوانہ رسم و رواج کو اس قدر فروغ دے رہے ہیں گویا یہی عین اسلام ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد تم پر ایسے لوگ بھی حکومت کریں گے جو مسنون اعمال کی جگہ بدعات کو فروغ دیں گے اور نمازیں تاخیر سے ادا کریں گے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اگر میری زندگی میں ایسے حکمران آجائیں تو میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی نافرمانی کرنے والے حکمرانوں کی کوئی اطاعت نہیں ہوگی۔'' (مسند احمد:400/1) شریعت کی خلاف ورزی اور مسنون اعمال سے کنارہ کشی اور بدعات کو فروغ دینے کی بنا پر اکثر اسلامی ممالک نصرتِ الٰہی سے محروم ہیں۔ نصرتِ الٰہی کے حصول کے لیے کبائر سے اجتناب اور شرک و بدعات کا خاتمہ ضروری ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کے بحران میں ہماری غیبی مدد فرمائے۔ (آمین)



دینی مدارس کی اہمیت

اور ان پر کی جانے والی تنقید کا علمی محاسبہ

خطاب: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
اعداد: حافظ شبیر صدیق، ریسرچ فیلو دارالسلام

قسط نمبر: 1

عموماً شوال میں مدارس دینیہ کے داخلے شروع ہوتے ہیں۔ اس مناسبت سے زیر نظر مضمون شامل کیا گیا ہے تاکہ مسلمان میڈیا کی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر اپنی اولاد کو علوم نبوت سے آراستہ کریں۔ ایڈیٹر

خطبہ مسنونہ کے بعد: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ (الکھف 28:18)

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي» (صحيح البخاري:71)

محترم سامعین حضرات! اس نشست کا جو موضوع رکھا گیا ہے وہ آپ نے سن لیا ہے، یعنی دینی مدارس کی اہمیت، ان کی ضرورت اور مدارس پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ۔ ایک بڑا اہم مقدمہ پہلے قابلِ غور ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہماری جو جدوجہد ہے اس کا محور کیا ہونا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ نے تین گھر بنائے ہیں: ایک دارالدنیا ہے۔ یہ دنیا ایک گھر ہے جس میں ہم موجود ہیں اور دوسرا ایک جہان ہے جسے عالم برزخ کا نام دیا ہے جو سب کا مصیر ہے، جہاں سب نے جانا ہے اور تیسرا ایک جہان عالم آخرت ہے، جہاں سب نے پیش ہونا ہے خالقِ کائنات کے سامنے۔ اور اس عالم آخرت میں اللہ رب العزت نے صرف دو گھر بنائے ہوئے ہیں۔ کوئی تیسری، چوتھی چوائس نہیں ہے، کوئی پسند یا اختیار نہیں ہے۔ ﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ ''ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا جہنم میں جائے گا۔'' (الشوریٰ 7:42) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ان دونوں گروہوں کا فیصلہ ہو چکا۔ «قَدْ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ» ''تمھارا پروردگار بندوں کے فیصلے کر کے فارغ ہو چکا۔'' (السلسلة الصحيحة: 2 / 347) «جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ» ''جو کچھ ہونے والا ہے اسے لکھ کر قلم خشک ہو چکے۔'' (مسند احمد 1/307)

تو یہ ایک سوال میں نے اٹھایا ہے کہ ہماری جدوجہد کا محور کیا ہونا چاہیے؟ محض دنیا کی طلب؟ دنیا کی ترقی؟ اور دنیا کی کامیابی؟ یا پھر مرنے کے بعد جو جہان ہمارے منتظر ہیں اور جس عالم میں ہم نے داخل ہونا ہے اس کا حصول اور اس کی کامیابی؟ ہماری جدوجہد کا محور کیا ہونا چاہیے؟ دوسرے الفاظ میں ہماری حقیقی کامیابی کیا ہے؟ دنیا کی ترقی، یہ کامیابی ہے یا آخرت کے درجاتِ علیٰ، ان کا حصول کامیابی ہے؟ قرآن تو یہ کہتا ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''ہماری لسٹ میں کامیاب وہ ہے جسے جہنم سے بچالیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔'' (اٰل عمران 185:3)

دنیا میں انسان بہت سے مراحل طے کرتا ہے۔ بہت سی کامیابیاں، بہت سی ناکامیاں۔ ان کامیابیوں اور ناکامیوں کو شریعت نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اصل اہمیت عالم آخرت کی ہے کہ مرنے کے بعد جو جہان شروع ہوگا، جب عمل کا سلسلہ بند ہوجائے گا اور جزا کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ایک ایسا جہان جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا» اس جہان میں کیا ہونے والا ہے اور انسان کن کن حالات کا سامنا کرنے والا ہے۔ اس بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو تم ہنسنا چھوڑ دو۔ اور تم رونے بیٹھ جاؤ، مستقل رونا شروع کردو۔ ہنسیاں بند ہوجائیں۔ «وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ» بستروں کی جو نیندیں ہیں، جو لذتیں ہیں یہ سب بھول جاؤ۔ اور «وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُونَ إِلَى اللهِ» اور تم اپنے شہروں کو چھوڑ دو، گھروں کو چھوڑ دو، بستیوں کو چھوڑ دو، جو دنیا کے اموال تم نے اکٹھے کر رکھے ہیں ان کو چھوڑ دو اور دنیا کی جن ترقیوں کے تم طالب ہو ان سب کو چھوڑ دو اور کہاں نکل جاؤ؟ جنگلات میں۔ اور مستقل اللہ تعالیٰ کی طرف آہ و زاری کرنے لگو، روتے رہو، اپنا سب کچھ بھول جاؤ، دنیا کے سارے امور بھول جاؤ۔ کب؟ اگر تمھیں اس چیز کا علم ہوجائے جس کا مجھے علم ہے کہ مرنے کے بعد کیا کچھ ہونے والا ہے اور کس قسم کے حالات کا سامنا ہوگا اور کس قسم کی مشکلات سے گزرنا ہوگا اور کیسے کیسے مراحل طے کرنے پڑیں گے۔ (صحيح البخاري: 4621، وسنن ابن ماجة: 4190)

فرمایا کہ تم ان حقائق کو نہیں جانتے: «لَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ» ''مجھے اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم اپنے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں یہ دعا کرنا چاہتا تھا کہ اللہ تم کو تھوڑا سا عذاب قبر سنادے۔'' (صحيح مسلم: 2868) لیکن میں نے یہ دعا نہیں کی۔ اگر تم نے تھوڑا سا عذاب قبر سن لیا تو تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے۔ کوئی قبرستان جائے گا ہی نہیں۔

یہ جو سوال ہم نے اٹھایا، اس کا کیا جواب؟ تمھاری لغت میں کامیابی کیا ہے؟ یہ دنیا کے جو چھوٹے چھوٹے امور ہیں، یہ کامیابی ہے؟ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اصل کامیابی کا تعلق اس عالم سے ہے جو مرنے کے بعد ہے۔ جہاں انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں۔ یہاں کچھ اختیارات ہیں۔ ہم کیا کریں، کیا نہ کریں؟ کیسا کاروبار کریں، چھوٹا کریں، بڑا کریں؟ اپنے سرمائے کے بقدر۔ لیکن وہاں تو اللہ تعالیٰ نے قبر کو دو طرح کا بنا رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ» ''یہ قبر یا تو جنت کا باغیچہ بن جاتی ہے یا جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔'' (جامع الترمذي: 2460، ضعفهُ الالبانی) تو پھر ایک انسان کی جدوجہد کا محور کیا ہوگا کہ وہ اپنی جو مساعی حیات ہیں ان کو اپنی قبر بہتر بنانے میں صرف کرے، اپنی قبر کو سنوارنے میں صرف کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ انسان جب دفن ہوتا ہے اور اللہ رب العزت اس کی زندگی کی رپورٹ ملاحظہ فرماتا ہے تو پھر دو میں سے ایک حکم آتا ہے: «صَدَقَ عَبْدِي فَافْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ» ''یہ بندہ نیک تھا، اس نے اپنے عقیدے کی، عمل کی اصلاح کر رکھی تھی۔ اسے جنت کا بستر دے دو اور جنت کا لباس دے دو اور جنت کا دروازہ اس کی قبر میں کھول دو۔'' جبکہ کچھ لوگوں کے لیے یہ ندا ہوگی: ''یہ بندہ برا تھا، بدکار تھا، اس کو جہنم کا لباس پہنا دو اور جہنم کا بستر اس کی قبر میں بچھا دو اور جہنم کا دروازہ کھول دو۔''

(سنن أبي داود: 4753)

جب یہ سارے حقائق ہم جانتے ہیں تو پھر ہماری ان دنیوی جہود کا محور کیا ہونا چاہیے؟ پھر اس سوال کا جواب دو کہ کامیابی کیا ہے؟ دنیا کی چند ترقیوں پر خوش ہوجانا یا آخرت کے درجات علیٰ اور آخرت کی کامیابی؟ کس چیز کا نام کامیابی ہے؟ ایک عارضی چیز کامیابی نہیں ہے۔ ایک عارضی ترقی کا حصول کامیابی نہیں ہے بلکہ کامیابی تو آخرت کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر یہ دعا کی تھی۔ جب یہ دیکھا کہ انصار و مہاجرین اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ کر خندق کھود رہے ہیں، کھانا ان کے پاس ہے ہی نہیں۔ کئی کئی دن کا فاقہ اور کوئی پروا نہیں۔ یہ دنیا میں پیٹ بھر جانا یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔ ان کی جو نظریں تھیں وہ درجات علیٰ کی طرف تھیں۔ اور



پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ عیش تو آخرت کی عیش ہے۔ دنیا کی عیش، عیش نہیں ہے عیش تو آخرت کی ہے۔ یااللہ ان انصار و مہاجرین کو معاف کردے، ان کے گناہوں کو معاف کردے۔

(صحيح البخاري: 2834)

انصار کی ایک جماعت نبی علیہ السلام سے دعا کرانے کے لیے آئی کہ پانی ہم سے دور ہے، دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ مدینہ شہر میں چشمہ جاری کردے تاکہ ہمیں دور سے پانی لانے کی تکلیف نہ ہو۔ جب نبی علیہ السلام نے انصار کے چہروں پر یہ حاجت پڑھی تو فرمایا کہ آج جو بھی حاجت پیش کرو گے، جو بھی کام بتاؤ گے وہ پورا ہوگا۔ جب انصار نے یہ بات سنی تو دنیا کا یہ درد بھول گئے، اپنے باغات بھول گئے، اپنے باغات بھول گئے، کھیتی باڑی بھول گئے اور کچھ سوچنے بیٹھ گئے کہ ہم نبی علیہ السلام سے اتنی بڑی گارنٹی کے بعد کیا طلب کریں؟ انھوں نے بڑی سوچ و بچار کے بعد یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لیے دعا کردیں کہ اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔ (مسند احمد: 139/3) یہ وہ لوگ ہیں جن کی نظریں دنیا کی ترقیوں کی طرف نہیں ہیں بلکہ اخروی درجات کی طرف ہیں۔ گناہوں کی بخشش اگر حاصل ہوجائے تو آخرت میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اور گناہ اگر دامن سے چمٹے رہ جائیں تو پھر کامیابی کا تصور بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔ پھر بہت سے امور ہیں جن پر اگر توجہ دی گئی ہے تو کامیابی ممکن ہوگی ورنہ کوئی امکان نہیں ہے۔

دراصل مدارس پر جو تنقید ہوتی ہے اور مدارس کے مقابلے میں دنیا کی اس عارضی ترقی نے لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کیا ہوا ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ یہ نظریں صرف دنیا تک محدود ہیں اور آخرت دکھائی نہیں دے رہی۔ اور جو آخرت کے درجات علیٰ ہیں ان کی کوئی فکر نہیں، کوئی سبیل نہیں، چونکہ دینی مدارس، جیسا کہ آپ نے سنا کہ یہ حفاظتِ عقیدہ اور حفاظت دین کا سب سے مضبوط قلعہ ہیں، سب سے مضبوط قلعہ۔ ان مدارس کے سلیبس میں ان کے مناہج میں، ان کے نصاب میں جو کتب پڑھائی جاتی ہیں یہ اور کسی ادارے میں داخلِ نصاب نہیں ہیں۔

دیکھیں! سب سے جو اعلیٰ معیار تعلیم ہے یا سب سے اعلیٰ جو علم ہے وہ واضح ہوتا ہے بااعتبار معلوم کے۔ کہ علم کا معلوم کیا ہے۔ جس علم کو حاصل کیا جارہا ہے اس کا معلوم کیا ہے؟ جتنے بھی دنیاوی مدارس ہیں، یونیورسٹیاں ہیں، کالج ہیں، سکول ہیں ان کے علم کا معلوم دنیا کی چیزیں ہیں۔ کسی علم کا معلوم میڈیکل ہے، کسی علم کا معلوم سائنس ہے، کسی علم کا معلوم انجینئرنگ ہے اور کسی علم کا معلوم زراعت ہے۔ یہ سب چیزیں کیا ہیں۔ لوگو سوچو! تم ان چیزوں کے حصول کو ترقی کل سمجھتے ہو کہ زراعت کی ڈگری مل جائے کامیابی ہے، میں ڈاکٹر بن جاؤں کامیابی ہے۔ یہ ہمارے نزدیک ایک بڑا احساس کمتری ہے اور بڑی گھٹیا سوچ ہے۔ بس میں انجینئر بن جاؤں کامیابی ہے۔ کون سی کامیابی ہے؟ یہ چند ٹکوں کی ایک عارضی کامیابی ہے۔ تم اس زعم میں کیوں مبتلا ہو؟ یہ کامیابی تھوڑی ہے۔ ہمارے نزدیک کامیابی اس چیز کا نام ہے جو آخرت کی فلاح پر منتج ہو۔ ہمارے جو علم کا معلوم ہے وہ خالقِ کائنات ہے۔ ہمارے علم کا معلوم عقیدہ ہے۔ ہمارے علم کا معلوم نماز ہے، حج ہے، روزہ ہے، زکاۃ ہے۔ ہمارے علم کا معلوم آخرت ہے۔ ہمارے علم کا معلوم فلاح آخرت ہے۔ تو اس چیز کا مقابلہ کوئی چیز کرسکتی ہے؟

تمھاری یہ صنعتیں، یہ حرفتیں اور یہ دنیاوی علوم اس علم کا مقابلہ کرسکتی ہیں جس علم کا معلوم خالقِ کائنات کے اسماء وصفات ہوں۔ رب کیا ہے؟ مالک کیا ہے؟ خالق کیا ہے؟ اس کی صفات کا تعارف، اس کی توحید کی معرفت، کس کی نماز درست ہے، کس کی نماز غلط ہے۔ یہ ہمارے علم کا معلوم ہے۔

اور علم کی قدر بااعتبار معلوم کے ہے۔ جس علم کو تم کامیابی سمجھتے ہو اس کا معلوم صرف دنیا تک محدود ہے۔ بہت تھوڑے لوگ ہیں جن کی نیتوں میں استقامت ہوتی ہے اور اپنے اس علم کو اس علم کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں، لیکن یہ بہت تھوڑے لوگ ہیں۔ باقی سب لوگوں کی نگاہوں میں ایک دنیا کا مستقبل ہے، دنیا کا کیریئر ہے۔ دنیا کی ترقی ہے، دنیا کی دولت ہے، دنیا کا مال ہے۔ اور اسی کو کامیابی سمجھا جاتا ہے۔ ہم درویش اسے کامیابی نہیں سمجھتے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص اگر خالقِ کائنات کی توحید کو نہیں جانتا اور وہ دنیاوی اعتبار سے وزیراعظم ہے، ہم اسے گٹر میں چلنے والے کیڑے سے بدتر سمجھتے ہیں۔ جو اپنے خالق کو

نہیں جانتا وہ عہدے میں گورنر بن جائے، صدر بن جائے، بڑا سائنس دان بن جائے، بڑا کسی چیز کا موجد بن جائے، اگر رب کائنات کی توحید کو نہیں جانتا اور اللہ کے اسماء وصفات کا اس کو تعارف نہیں ہے تو پھر یہ کیڑے مکوڑے اس سے بہتر ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ ﴿اُولٰٓئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ (البینة 6:98) جن لوگوں کے پاس ایمان نہیں، عمل صالح نہیں، پروردگار کی توحید کی معرفت نہیں یہ لوگ ساری مخلوقات میں سب سے بدتر ہیں۔

﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ. وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ. وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ. لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ. ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ اس انسان کو ہم نے بڑا اشرف بنایا، اچھی خلقت دی، اسی انسان کو ہم نے سب سے پست، پستی کی ذلت میں ڈال دیا۔ پستی کی ذلت میں سوائے ان لوگوں کے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ جن کا عقیدہ مستقیم، جن کو توحید کی معرفت حاصل ہو ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ اور وہ نیک عمل کرتے ہوں۔ (التین 6,1:95) ان کا اجر نا قابل انقطاع ہے۔ بڑا ان کو اجر ملے گا اور یہ لوگ کامیاب ہیں۔ اور اگر ایمان اور عمل صالح نہیں ہے تو کچھ بھی ہو وہ اسفل السافلین میں ہے۔ ذلت کی تہوں میں، ذلت کی پستیوں میں، انتہائی ذلتوں میں۔ اب یہ عقیدہ، یہ ایمان وعمل آپ کو کہاں سے حاصل ہوگا؟ ہم نے تو یہ ایم۔ اے اور جو گورنمنٹ کی یونیورسٹیاں ہیں ان کے پی۔ ایچ۔ ڈی کا نصاب دیکھا بالکل سطحی، سطحی بالکل۔ یہ چند احادیث کا انتخاب، چند سو آپ کر لیجیے، اس سے زیادہ نہیں۔ ایک سطحی سا علم ہے۔ وہ بھی صرف فضائل تک محدود ہے۔

ہمارے ان مدارس میں، اپنے اس معہد (المعہد السّلفی) کی بات کر رہا ہوں، جو آٹھ سال کا نصاب ہے ہمارا۔ اس میں ہم کم وبیش پچیس ہزار حدیثیں طلباء کو پڑھاتے ہیں، پچیس ہزار حدیثیں۔ پورا صحاح ستہ: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، جامع الترمذی، سنن النسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک۔ ان کا مجموعہ تقریباً پچیس ہزار حدیثیں بنتا ہے۔ ہر سال عقیدے کی کتاب ہے جس میں جو اسلامی عقائد ہیں ان پر بحث ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء، اس کی صفات، توحید ربوبیت، توحید الوہیت، عقیدہ آخرت اور جو بھی ضروری امور ہیں وہ پڑھائے جاتے ہیں۔ تو پھر یہ مدارس طلباء کو وہ روحانی غذا دے رہے ہیں جس کا مقابلہ تمھاری کوئی جامعہ، کوئی یونیورسٹی نہیں کر رہی، نہیں کر پا رہی۔ دنیا کے علوم یہ مدار فلاح نہیں ہیں اور نہ ہی یہ مدار فخر ہیں۔ جو لوگ اس کامیابی کو کامیابی سمجھتے ہیں، اس پر فخر کرتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں، قناعت کرتے ہیں وہ انتہائی پست سوچ کے حامل ہیں۔ ان کی فکر انتہائی کوتاہ ہے اور بڑا وہ احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔

دیکھیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک مسئلہ درپیش ہوا کھجوروں کی تلقیح کا۔ آپ مدینہ تشریف لائے تو انصار کو دیکھا کہ وہ کھجوروں کی تلقیح کرتے ہیں، پیوند کاری کرتے ہیں تو آپ نے روک دیا کہ تم تلقیح نہ کرو۔ اور جس طرح ہیں اسی طرح ان کے پھل کو آنے دو۔ تو صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر تلقیح چھوڑ دی، پیوند کاری چھوڑ دی۔ جب فصل پیدا ہوئی تو بہت تھوڑی ہوئی، بہت کم ہوئی۔ صحابہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کے مشورے سے تلقیح چھوڑ دی تھی لیکن فصل میں بڑا گھاٹا ہوا، پھل بہت کم ہوا ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ» ''یہ دنیا کے امور تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ ان امور میں تم مجھ سے بڑے عالم، مجھ سے بہتر جانتے ہو۔'' (صحیح مسلم: 2363) اگر دنیا کے علوم بہتری کی اساس ہوتے اور دنیا کے علوم اس قدر فخر کے حامل ہوتے جو کیا جاتا ہے تو پھر کیا کہو گے کہ صحابہ نعوذ باللہ نبی علیہ السلام سے افضل تھے۔ علم زراعت، ایگریکلچرل، نبی علیہ السلام کو اس کا علم نہیں صحابہ کو تھا۔ حالانکہ یہ وہ سائنس ہے، وہ علم ہے جو ہماری مادی ضرورت ہے۔ یہ کھیتی باڑی، باغات، یہ ہماری مادی ضرورت ہے۔ یہ ایٹم بم ہو نہ ہو، گزارا ہو سکتا ہے۔ کتنے ملک ہیں جن کے پاس ایٹم بم ہے اور بے شمار ممالک ایسے ہیں جو اس طاقت سے محروم ہیں۔ گزارا سب کا ہو رہا ہے۔ یہ ایٹم بم کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے لیکن کھائے پیے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایگریکلچرل کا علم کتنا اہم ہے، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس معاملے میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ اگر یہ امور بہتری کی بنیاد ہوتے تو پھر صحابہ نبی علیہ السلام سے افضل ہیں لیکن نعوذ باللہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ بہتری



کی اساس، علوِّ مرتبہ کی اساس اور کامیابی کی اساس دین ہے نہ کہ دنیا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جس اساس پر مدارس پر تنقید کرتے ہیں وہ صرف دنیا کی کامیابی کو کامیابی سمجھتے ہیں۔

یہ چند دن پہلے جنگ اخبار میں ایک کالم چھپا تھا۔ حسن نثار اس بندے کا نام ہے جو کالم نویس ہے۔ اس نے ایک سوال اٹھایا تھا کہ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ان دینی مدارس نے پاکستان کو کیا دیا؟ قیام پاکستان سے لے کر آج تک ان مدارس نے پاکستان کو کیا دیا؟ اس شخص کی یہ سوچ بڑی گھٹیا ہے۔ اور یہ شخص جو بھی ہے ایک بڑا احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ اور یا پھر اندھا ہے جسے نظر نہیں آتا کہ ان مدارس کا پاکستان نہیں دنیا پر کیا احسان ہے۔ اس کے کیا نتائج ہیں؟ اور اس سے کیا ثمرات حاصل ہو رہے ہیں؟

اللہ کے بندو! علم نافع وہ چیز ہے جو اس کائنات میں سب سے اعلیٰ ہے۔ سب سے اعلیٰ چیز علم نافع ہے۔ دین کے علم کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کرسکتی، کوئی چیز۔ دنیا کی ساری ترقیاں جمع ہوجائیں، ساری دولتیں جمع ہوجائیں، میرے پیارے پیغمبر کی ایک حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے، بہت بڑے تابعی ہیں۔ فرمایا کرتے تھے: میں ایک علم کا باب پڑھ لوں، صرف ایک علم کا باب، کوئی ایک حدیث پڑھ لوں اور آگے پڑھا دوں، یہ میرے لیے بہتر ہے اس چیز سے کہ اللہ مجھے پوری دنیا دے دے اور میں پوری دنیا اللہ کی راہ میں خرچ کردوں۔ صبح سے شام تک سونے کے سکے بانٹتا رہوں، درہم و دینار بانٹتا رہوں۔ صبح سے شام ہوجائے اور شام سے رات ہوجائے بانٹتا رہوں اور ایک طالب علم ایک بار «قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ» کہہ دے وہ بہتر ہے۔ اس علم دین کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کرسکتی۔ کوئی نیکی نہیں کرسکتی۔ کیوں؟ اس لیے کہ علم کی صحت پر ہر چیز کی صحت قائم ہے۔ ہر چیز کی صحت علم کی صحت پر قائم ہے۔ تمھاری توحید درست کب ہوگی؟ جب توحید کے تعلق سے تمھارا علم درست ہوگا۔ اللہ پاک نے فرمایا: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ (محمد 19:47) یہاں کیا پیغام ہے؟ کہ لا الہ الا اللہ کو پہچانو۔ ﴿فَاعْلَمْ﴾ ''جانو۔'' پہلے علم ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: «اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ» قول اور عمل سے پہلے علم ہے۔ یہ آپ کا قول درست کب ہوگا؟ جب اس قول کے تعلق سے آپ کا علم درست ہے۔ آپ کا عمل درست کب ہوگا؟ جب اس عمل کے تعلق سے آپ کا علم درست ہے۔ نماز صحیح کب ہوگی؟ جب نماز کے تعلق سے آپ کا علم درست ہے۔ آپ حج کرنے جا رہے ہیں۔ صحیح حج کر کے کب لوٹیں گے؟ جب حج کے تعلق سے آپ کا علم درست ہے۔ آپ جہاد کر رہے ہیں، جہاد صحیح کب ہوگا؟ جب جہاد کے تعلق سے آپ کا علم درست ہے۔ تو علم ہر چیز سے مقدم ہے، ہر چیز سے پہلے ہے، ہر عمل سے پہلے ہے، ہر قول سے پہلے ہے، ہر عقیدے سے پہلے ہے، اگر یہ علم نہیں ہے بڑ اختلاف ہوگا، اضطرار ہوگا، بڑی ناکامیاں، نامرادیاں، ذلتیں، پستیاں ہر چیز۔ مثال کے طور پر بغیر علم کے آپ کوئی بات کہہ دیں۔ اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ ''تمھاری زبان سے جو کلمہ صادر ہوتا ہے اسے نوٹ کرنے والے فرشتے موجود ہیں۔'' (ق 18:50) وہ کلمہ نوٹ ہوگیا۔ اب یہ نہ سمجھو کہ یہ کلمہ ہوا میں تحلیل ہوگیا۔ وہ کلمہ لکھا جا چکا ہے۔ روز قیامت اللہ نے اس کلمے کے بارے میں سوال کرنا ہے۔ پوچھ گچھ ہوگی، اللہ باز پرس کرے گا، اللہ پوچھے گا، سوال کرے گا۔ وہ کلمہ اگر شرعی میزان کے خلاف ہے تو اس کی پکڑ بڑی سخت ہوسکتی ہے۔

نبی ﷺ کی دو حدیثیں ہیں۔ ایک آپ نے معاذ سے فرمایا تھا: «كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا» اے معاذ! یہ جو زبان ہے، یہ پورے دین کی ملاک ہے، پورے دین کا کنٹرول زبان کے پاس ہے۔ معاذ متعجب ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ یہ چھوٹی سی زبان اور پورے دین کی ملاک؟ اس میں عقیدہ، توحید، نماز، روزہ، قیام اللیل، صدقات، زکاتیں یہ پورے دین کی ملاک زبان ہے؟ فرمایا کہ «تَرِبَتْ يَمِيْنُكَ يَا مُعَاذُ» معاذ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو۔ «وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ» تجھے معلوم نہیں کہ لوگوں کو جہنم میں زیادہ تر اوندھا کر کے ڈالنے والی چیز زبان ہے۔ لوگ زیادہ تر جہنم میں کیوں جائیں گے؟ اپنی زبانوں کی وجہ سے۔ (جامع الترمذي: 2616) تو زبان کا استعمال کب صحیح ہوگا؟ جب زبان کے استعمال کے تعلق سے علم صحیح ہوگا؟ اگر علم صحیح نہیں تو زبان میں انحراف، ایسا انحراف جو ایک بندے کی تمام نیکیوں کو برباد کرسکتا ہے۔ (جاری)

مصر کی فوجی بغاوت میں صہیونی لابی کا کردار

ابو ولید ملک



یہ فیصلہ اُسی روز ہو گیا تھا جب ناجائز صہیونی ریاست کے پہلو (مصر) میں مسیحی اور یہودی مفادات کے خلاف ایک اسلام پسند (ISLAMIST) جمہوری حکومت قائم ہوگئی تھی۔ ''مہذب'' مغربی دنیا کے جمہوریت کے دعویداروں کا ایک بنیادی اصول ہے کہ عالمِ اسلام میں کوئی ایسا جمہوری نظام قبول نہیں کیا جائے گا جس کے نتیجے میں اسلام پسند اقتدار میں آجائیں۔ اور وہ بھی خاص کر ناجائز صہیونی ریاست (اسرائیل) کی ہمسائیگی میں، خواہ وہ اسلام پسند کتنے ہی اعتدال پسند کیوں نہ ہوں؟ اس کی تازہ مثالیں غزہ میں حماس کی حکومت، ترکی، تیونس، مراکش، یمن، لیبیا اور مصر کی حکومتوں کی دی جاسکتی ہیں کہ جہاں ابھی تک مسلسل انتشار کی کیفیت ہے اور ان میں صہیونیوں کا سب سے بڑا ہدف مصر تھا۔ دراصل صہیونی ریاست مصر میں معتدل اسلام پسندوں کی حکومت کو اسرائیل کی سلامتی کے لیے خطرہ گردانتی تھی اور تب تل ابیب و واشنگٹن کی خفیہ ایجنسیوں نے مصر کی اسلامی حکومت کے خلاف گٹھ جوڑ کرلیا اور اس کو چلتا کرنے کے لیے ابتدا میں ایک ارب ڈالر مخصوص کیے گئے۔ محمد مرسی نے اپنے اقتدار میں آنے کے بعد جو چند اقدامات مسلمانوں اور مصر کی سلامتی کے حوالے سے کیے تھے، وہ صہیونیوں اور استعماری و طاغوتی طاقتوں کے نزدیک ناقابلِ قبول سنگین جرائم تھے جو صہیونی دہشت گردی کے زمرے میں آتے تھے اور اس کی سزا دینا ضروری تھا تاکہ آنے والے وقت میں کوئی بھی مسلم حکمران اس ''پاگل پن'' کا مظاہرہ نہ کرے، خواہ وہ کتنا ہی اعتدال پسند اور لبرل ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہی اقدامات محمد مرسی کی حکومت کے آمرانہ طریقے سے خاتمے کا باعث بن گئے۔ ذیل میں ہم علی الترتیب انھی اقدامات کی نشاندہی کرتے ہیں:

① 2007ء سے غزہ کا بدترین صہیونی محاصرہ جس سے سینکڑوں مسلمان بھوک و پیاس سے لقمہ اجل بن گئے اور یہ واقعات ریکارڈ پر موجود ہیں کہ بسا اوقات مسلمانوں کو زندگی کی چند سانسوں کو باقی رکھنے کے لیے بلیاں تک کھانا پڑیں اور بلبلاتے ہوئے بے گناہ و معصوم مسلمان بچے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ یہ ہے وہ ''مہذب'' مغربی و صہیونی دنیا کا کردار جو وہ مسلمانوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں جبکہ قرآن مجید ان کے بارے میں کیا کہتا ہے: ''یہ کفار جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔'' افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم نے اس سبق کو ہی بھلا دیا جس پر عمل پیرا ہو کر ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتے تھے۔ محمد مرسی نے اقتدار سنبھالتے ہی سب سے پہلے رفح کراسنگ کو کھولنے کا حکم دیا جس پر امریکا اور ناجائز صہیونی ریاست کو شدید اعتراض تھا، اور اس پر ناراضی



تا حال برقرار تھی جس کا انھوں نے کئی بار کھل کر اظہار کیا۔غزہ کو کسی بھی اسلامی ملک سے ملانے والا یہ واحد زمینی راستہ ہے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ نئی عبوری حکومت نے اقتدار میں آنے کے چند گھنٹوں کے بعد دوبارہ اسے بند کر دیا ہے۔

② 2012ء میں جب ناجائز صہیونی ریاست نے غزہ پر ایک بڑا وحشیانہ حملہ کیا تو اسرائیل کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا کہ اس کو فلسطین کی شرائط پر صلح کرنی پڑی اور یہ سب کچھ محترم محمد مرسی کی اعلیٰ بصیرت وحکمت عملی کی وجہ سے ہوا، کہ ناجائز صہیونی ریاست کو پہلی مرتبہ مجاہدین کے سامنے جھکنا پڑا۔ اور جنگ کے فوری بعد محمد مرسی کی اعلیٰ سیاسی قیادت نے غزہ کا دورہ کر کے ناجائز صہیونی ریاست کو چیلنج کیا کہ اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو کر کے دکھاؤ۔ ابھی تک کسی بھی اسلامی حکومت کے حکمران نے اس ایمانی قوت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور محمد مرسی کا یہ ایمانی عمل صہیونیوں کے دل میں بری طرح کھٹک رہا تھا جس سے ناجائز صہیونی ریاست اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی تھی اور بدلے کی آگ اس کو چین سے نہیں بیٹھنے دے رہی تھی۔

③ محمد مرسی نے اقتدار میں آتے ہی ناجائز صہیونی ریاست کو سستی گیس کی فراہمی روکی، جس سے اس ریاست کے معیشت دان چلا اٹھے کیونکہ یہ ان کی معیشت پر ایک بہت بڑی ضرب تھی۔ جبکہ یہی گیس مصر میں چار گنا زائد قیمت پر مصریوں کو ملتی تھی، حالانکہ وہ اس کے مالک تھے۔اور یہ کام حسنی مبارک کے دور سے ہی شروع ہوا تھا جس سے آج تک مصری خزانے کو اربوں ڈالروں کا نقصان اٹھانا پڑا، اس کا اثر براہ راست مصر کی معیشت پر پڑا، جو غربت کا باعث بنی۔

④ محمد مرسی نے آتے ہی کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ ہم ایک ریاست ہونے کے ناطے تمام عالمی معاہدوں کے پابند ہیں لیکن ہم ان کا ازسرنو جائزہ لیں گے۔ اگر یہ معاہدے ہمارے قومی مفاد سے متصادم ہوئے تو ہم انھیں ختم کر دیں گے۔ محمد مرسی کے اس بیان نے صہیونی ریاست اور امریکا کی چولیں ہلا دیں اور امریکا کی پالتو فوج کا احتساب کرتے ہوئے ان کی اپنی بساط کی حد تک تطہیر کی۔

⑤ محمد مرسی نے مصری سیکولر آئین کی جگہ اسلامی آئین کے نفاذ کا اعلان کیا تھا، جس سے مغربی دنیا ہل گئی۔

⑥ صہیونیوں کے نزدیک محمد مرسی کا اگلا جرم یہ تھا کہ اُس نے ریفرنڈم کے ذریعے ''توہین رسالت'' کی سزا مقرر کی تو دوسری جانب اُس نے بڑی ہی ایمانی جرأت سے یو این او میں ایک بیان دے کر صہیونیوں کی راتوں کی نیندیں اڑا دیں۔ انھوں نے اپنے بیان میں کہا: ''جو میرے آقا حضرت محمد ﷺ کی عزت و احترام کرے گا وہی ہمارے لیے احترام کے لائق ہے اور جو گستاخی کرے گا اس کا احترام نہیں کیا جائے گا'' کیونکہ پوری دنیا میں اسلام اور محسن و رہبرِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی توہین میں صرف اور صرف یہودی لابی ہی پیش پیش رہی ہے یہی ان کی تاریخ ہے اور قرآن اس کا گواہ ہے ''اسلام کے سب سے بڑے دشمن یہودی ومشرکین ہیں۔''

⑦ دوسری جانب محمد مرسی کے سینئر مشیر فتح شہاب نے اسی سال یہودیوں کے ہولوکاسٹ (Holocaust) کو ڈرامہ اور اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ قرار دینے کا بیان دے کر دنیائے صہیونیت میں تہلکہ مچا دیا جس سے صہیونی میڈیا اور مغربی ممالک میں بھونچال سا آ گیا تھا۔ ہولوکاسٹ، جو یہودیوں کے نزدیک ان کے مذہبی عقائد سے بھی زیادہ مقدس ہے، کو ڈرامہ قرار دے کر محمد مرسی اور اس کی حکومت نے براہِ راست صہیونیوں سے دشمنی مول لی تھی جس سے صہیونیت اور ناجائز صہیونی ریاست کو اپنی بقاء کی فکر لاحق ہو گئی تھی اور اسی دن سے صہیونی اپنی پوری تیاری و لاؤ لشکر کے ساتھ محمد مرسی کی حکومت کو گرانے اور ان کو عالمِ اسلام میں عبرت کا نشان بنانے کا عزم کر چکے تھے۔

بعض مبصرین کے بقول محمد مرسی کی معزولی میں ان کی سخت پالیسیوں کا بھی عمل دخل ہے۔ میری رائے میں اس حوالے سے سوائے مغربی میڈیا کے پروپیگنڈہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بالفرض اگر یہ کسی حد تک مان بھی لیا جائے تو دنیا کی کون سی ایسی حکومت ہے جس کے اندر خامیاں نہیں ہیں لیکن ہم روز اول سے ہی جاری سازشوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں صہیونیوں کے پاس مصر میں اپنے ایجنٹوں کی کمی نہیں تھی لہٰذا سیکولر مصری فوج جو امریکہ سے سالانہ ڈیڑھ ارب ڈالر کی امداد لیتی



تھی، میڈیا، بیوروکریسی اور سیکولر عناصر جیسے البرادعی وغیرہ اپنے آقاؤں کے کہنے پر مرسی حکومت کے خلاف پوری شدت کے ساتھ متحرک ہوئے جس میں ان کو صہیونی و مغربی میڈیا کا مکمل ساتھ حاصل تھا اور پس پردہ موساد (MOSSAD) اور سی آئی اے کی مکمل مدد حاصل تھی۔اس کی تصدیق سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ ''مصر کی فوج کے پاس اسلام پسند صدر مرسی کی حکومت کا تختہ الٹنے کے سوا کوئی دوسری چوائس نہیں تھی۔'' اس صورت حال میں جنرل عبدالفتاح نے مصر سے اسلام پسندوں کی ایک جائز و قانونی حکومت کو غیر قانونی و غیر اخلاقی اور غاصبانہ طریقے سے برطرف کر دیا۔

محمد مرسی کی سیاسی مخالفت میں پیش پیش ''الدستور پارٹی'' کے سربراہ ڈاکٹر البرادعی تھے جن کو حالیہ انتخابات میں عبرت ناک شکست ہوئی تھی۔خیال رہے کہ یہ وہی البرادعی ہیں جو اقوام متحدہ کی بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے سربراہ رہے ہیں اور ان کے ہی دورِ حکومت میں عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی موجودگی کا جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے امریکا کو عراق پر حملے کا جواز فراہم کیا گیا جس سے اب تک ایک ملین سے زائد مسلمان امریکی خود ساختہ دہشت گردی کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ ملک کھنڈروں میں تبدیل ہو چکا ہے جہاں کبھی عالم اسلام کی پرشکوہ دینی و مذہبی درسگاہیں ہوا کرتی تھیں۔ اس شخص نے یہود و نصاریٰ کے کٹھ پتلی اور طفیلی ہونے کا شرمناک کردار ادا کیا ہے۔

اس سلسلے میں ہم دوسری شخصیت قبطی عیسائیوں کے پوپ ''الابنا تواضروس'' کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ پچھلے کچھ عرصہ سے خاص کر محمد مرسی کے دورِ حکومت میں مصر میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مذہبی بلوے انھی کی انگیخت کا نتیجہ تھے۔ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ گستاخانہ امریکی فلم کا ماسٹر مائنڈ قبطی عیسائی ''فکری عبد المسیح زقلمہ عرف عصمت زقلمہ'' ایک مصری تھا جس نے یہودیوں کے ساتھ مل کر ایک گستاخانہ فلم بنائی تھی جس کو مصری عدالت نے اس کے چھ ساتھیوں سمیت سزائے موت دی تھی۔ اس پر مصر کے قبطی عیسائیوں اور صہیونی میڈیا نے آسمان سر پر اٹھا لیا تھا لیکن محمد مرسی کے ایمان میں ذرا سی بھی لغزش نہیں آئی تھی ۔اور اب مصری جریدے ''المصریون'' کے مطابق محمد مرسی کی معزولی کے بعد قبطی چرچوں میں خوشی کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں اور پوپ کے زیر صدارت ایک اعلیٰ سطح اجلاس میں مصر کی نئی حکومت کو مکمل طور پر مالی امداد دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور اس سلسلے میں مغرب میں اپنے مالیاتی اداروں اور مخیّر حضرات سے فوری طور پر رابطوں کا کام شروع کر دیا ہے۔

مصری صحافتی ذرائع کے مطابق جنرل عبدالفتاح نے محمد مرسی کو غیر قانونی طور پر برطرف کرنے سے قبل البرادعی اور قبطی پوپ کو اعتماد میں لیا تھا اور جب وہ قوم سے خطاب کر رہا تھا تو اس کے اندر اتنی اخلاقی جرأت نہیں تھی کہ وہ تنہا خطاب کر سکے۔ اس وقت اس کے ساتھ یہی دونوں شخصیات موجود تھیں۔

دوسری جانب سیکولرازم کا رجحان رکھنے اور امریکا سے ڈیڑھ ارب سالانہ امداد لینے والی مصری فوج کے افسران کا دعویٰ ہے کہ مصری عوام مذہبی ریاست نہیں چاہتے۔محمد مرسی کی جانب سے شام میں جا کر بشار حکومت کے خلاف جہاد کرنے کے اعلان نے بھی ان کی حکومت کی برطرفی میں اہم کردار ادا کیا ہے کیونکہ بقول مصری سیکولر آرمی کے ''ہم مصر میں کسی بھی صورت میں جہادیوں کی نئی نسل کے پیدا ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔'' درحقیقت صہیونی ریاست کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ مصر میں اگر جہادی مستقبل قریب یا بعید میں قوت پکڑ گئے تو اسرائیل صفحۂ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔مصر میں خانہ جنگی کے خدشات بڑھ رہے ہیں اور اب فوجی اقتدار کے خلاف مظاہرے قاہرہ سے باہر پورے مصر میں پھیل چکے ہیں۔ ان میں اب تک 150 سے زائد افراد (مسلمان) ہلاک اور 2000 سے زائد زخمی ہو چکے ہیں۔جب لوگ جان بچانے کے لیے قریبی مسجد مصطفیٰ میں پہنچے تو سیکولر آرمی نے جوتوں سمیت مسجد میں داخل ہو کر 700 مردوں سمیت 97 خواتین کو بھی گرفتار کر لیا۔

آزاد ذرائع کے مطابق ان مردوں اور خواتین کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا ۔ ان مظاہروں کی شدت و خوفناکی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ محمد مرسی کی برطرفی پر خوشی منانے والوں نے دو افراد کو ایک پانچ منزلہ عمارت سے زندہ نیچے پھینک دیا تھا اور جھڑپوں میں



مولانا محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ کی ایک تحریر

رسول اللہ ﷺ نے تمام اعمال وعبادات کو عملاً ادا کر کے ہمارے لیے مکمل نمونہ پیش کر کے بے حد آسانی فرمادی اور جو آپ ﷺ نے اعمال سرانجام دیے اتنے صاف ستھرے عمدہ اور اعتدال کے ساتھ سرانجام دیے کہ ان سے بہتر ممکن نہیں۔ اب مقام غور ہے کہ جب اسلام سب ادیان سے اعلیٰ ہے اور پیغمبر علیہ السلام کا پاکیزہ نمونہ سب نمونوں سے کامل، بہتر صاف ستھرا اور روشن ہے تو پھر دوسری ہستیوں اور بستیوں کی طرف کیوں دیکھا جائے؟ آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کے لیے انھیں بطور شرط کیوں لازم قرار دیا جائے؟ کم از کم ہمارے نزدیک اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

سنت رسول، اسوۂ رسول، قول رسول، فعل رسول ﷺ وہ گلہائے عطر بیز ہیں کہ جن کی عطر افشانیوں سے بندۂ مومن کے نہاں خانہ قلب و نظر مہک اٹھتے ہیں، چمن زار مدینہ سے آنے والی خوشبوئے دلنواز کا مقابلہ دنیا جہاں کی کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔ ہم کعبہ کے رب کی قسم کھا کر کہتے ہیں کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔ بعض لوگ تقلید کو واجب اور قبولیت اسلام کے لیے شرط قرار دیتے ہیں جس کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ پیغمبر ﷺ کی اطاعت واتباع کے لیے اپنے فرقے کے امام ومجتہد کی اجازت لازمی ہے، یعنی اگر امام و بزرگ کہے تو اطاعت واتباع ہوگی ورنہ نہیں۔ خود انصاف سے کہیے کیا یہ نظریہ صحیح ہے؟ کیا یہ شان محمدیت علیہ التحیۃ والثناء کے لائق ہے؟ کیا اس عقیدہ ونظریہ سے مقام رسالت کو دھچکا نہیں لگتا؟ (مسئلہ تقلید، ص: 23,22)

اب تک 20 سیکورٹی اہلکار مارے جا چکے ہیں۔ اسی طرح ناجائز صہیونی ریاست سے ملحق سیناء کے علاقے میں عبوری حکومت کے دوران اسلامی عسکریت پسندوں کے ہاتھوں درجنوں مصری فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ جامعہ الازہر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ظہر کی اذان پر پابندی لگادی گئی اور جامعہ کی مسجد میں موجود ہزاروں طلبہ اور اساتذہ کو محصور کر دیا گیا۔ جامعہ کے علماء وطلبہ کا کہنا ہے: ''عبوری حکومت جامعہ الازہر کے مقابلے میں قبطی چرچ کا کردار اجاگر کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔''

طلبہ نے جامعہ کے شیخ کے برخلاف اپنے بیان میں کہا ہے کہ محمد مرسی ہی ہمارا صدر ہے اور صدر رہے گا جبکہ مصر کے ججوں نے مرسی کی واپسی تک دھرنے دینے کا اعلان کیا اور کہا کہ جنرل عبدالفتاح السیسی پر مقدمہ چلنا چاہیے۔ دوسری جانب مصر اور فلسطین کی سینکڑوں مساجد میں جمعے کے روز مرسی کے حق میں خطبے دیے گے جو تا حال جاری ہیں۔ مصر کے عبوری صدر عدلی منصور کے یہودی فرقے سبتی (Seventh Day Adventist) سے تعلق ثابت ہونے پر مصر اور مشرق وسطی میں مرسی کی مقبولیت میں انتہائی اضافہ ہوا ہے کیونکہ امریکی و اسرائیلی سازش کا حقیقی منظر نامہ کھل چکا ہے۔ خدشہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں مصر کے حالات الجزائر میں 1992ء میں ہونے والے انتخابات کی طرح نہ کر دیے جائیں جب وہاں پر جبھۃ الاسلامیۃ للانقاذ (اسلامک سالویشن فرنٹ) جیت گیا تو فرانسیسی فوج نے وہاں کی فوج کے ساتھ مل کر انتخابات پر ڈاکہ ڈالا اور الیکشن کے نتائج قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور 10 سال تک خون ریزی کا کھیل کھیلا جاتا رہا۔

اب صہیونی لابی بعض استعماری و طاغوتی طاقتوں کی مدد سے مصر میں یہی کھیل کھیلنا چاہتی ہے تاکہ اس خانہ جنگی سے مصریوں کو اسلام پسندوں اور اسلام سے بدظن کیا جاسکے۔ اگر اسلام پسندوں نے عسکری راستہ اختیار کر لیا تو صہیونی ریاست لامحالہ اپنی سلامتی کا رونا رو کر مصر پر لشکر کشی ضرور کرے گی جس طرح 1958ء میں فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے مل کر مصر پر حملہ کر دیا تھا لیکن اب انھوں نے ایسا کیا تو پورے مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ بدل جائے گا۔ تب صہیونیوں کی اس بھڑکائی ہوئی آگ میں صہیونی ریاست کا اپنے وجود کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اور وہ وقت قریب سے قریب آتا



جائے گا جس سے صہیونی خوف زدہ ہیں، کہ بالآخر ان کے ناپاک وجود Evil Exist سے دھرتی کو پاک کر دیا جائے گا۔

اس سارے پس منظر میں شام کے علوی حکمرانوں کا بیان انتہائی حیرت انگیز و اشتعال انگیز تھا۔ شام کے صدر بشار نے کہا ہے کہ مصر میں مرسی حکومت کا خاتمہ اسلامی سیاست کی شکست ہے۔ یہ گویا پیغام تھا کہ وہ بھی جلد شام میں اسلامی عسکریت و حریت پسندوں کا صفایا کر دے گا۔ اس کے باپ نے 1982ء میں شام کے شہر حماہ میں وحشیانہ بمباری کر کے 28000 اخوانی مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ بشار کا یہ بیان ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے جو کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ بشار شام میں اسرائیل اور امریکا کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک روز قبل شام کے وزیر اطلاعات عمران الذھبی نے کہا تھا کہ مصر کے مسائل کا حل مرسی کے جانے میں ہے۔

مصر کے عبوری صدر، عدلی منصور اگرچہ عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن در اصل ان کا ''سبتی'' فرقہ یہودی الاصل ہے جو ''سبت'' (ہفتے کے دن) کے تقدس اور عبادت کا قائل ہے۔ ''سبتی'' فرقہ مصر میں بہت اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ مصر میں ایک تہائی سے زائد ہسپتال، تعلیمی ادارے، ذرائع ابلاغ، فاسٹ فوڈز ریسٹورنٹ، میک اپ کا سامان، ادویات اور کھیلوں کا سامان بنانے والی کمپنیاں اور دیگر صنعتی و تجارتی ادارے سبتی فرقے کے افراد کی ملکیت ہیں۔ ادھر صہیونی میڈیا نے اپنے سیاست دانوں کے حوالے سے کہا ہے، کہ مرسی کی حکومت کے خاتمے کے بعد اب اسرائیل مصر کی فوج پر انحصار کرے گا کہ وہ سینائی کے اسلام پسند عسکریوں کو دبائے اور ان کا مقابلہ کرے کیونکہ یہ اسرائیل کی سلامتی کے لیے ضروری ہے۔ اسی خوف کے پیش نظر صہیونی ریاست نے سیناء کے علاقے میں دو بٹالین فوج تعینات کر دی ہے۔ صہیونی جریدے Yedioth Aharonoth نے لکھا ہے کہ اسرائیلی اور مصری سیکورٹی اداروں اور انٹیلی جنس کے درمیان تعاون ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ مرسی کی حکومت کی معزولی کے فوراً بعد اسرائیلی انٹیلی جنس اور سیکورٹی افسران فوری طور پر قاہرہ روانہ ہو گئے تھے جہاں انھوں نے اعلیٰ مصری عسکری قیادت سے اہم ملاقاتیں کیں۔

اسی طرح صہیونی صحافی اسابل کرشنر ''نیویارک ٹائمز'' میں لکھتا ہے کہ جنرل عبدالفتاح پچھلے کئی ماہ سے موساد اور سی آئی اے سے خفیہ رابطے میں تھا، اور اسرائیلیوں کی شدید خواہش ہے کہ جب مصر کی سیکولر حکومت قدم جمالے تو سب سے پہلے اخوان المسلمون کے خلاف اسی طرز کی کارروائی کی جائے جیسی کہ جمال عبدالناصر اور حسنی مبارک کے دور میں کی گئی تھی۔ اسابل نے دعویٰ کیا ہے کہ اسرائیل کی طرف سے Green Signal ملنے پر ہی عبدالفتاح نے یہ انتہائی قدم اٹھایا تھا۔ 2012ء تک مصر میں بطور سفیر خدمات سرانجام دینے والے صہیونی سفیر آئزک لوانن نے کہا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس کا مصری انٹیلی جنس سے مسلسل رابطہ ہے اور وہ مصری افواج کی مثبت انداز میں مدد کر رہے ہیں۔ اسی طرح ایک اور صہیونی سفیر زوی مازل نے کہا ہے کہ اخوانیوں کی حکومت گرائے جانے پر ہمیں خوشی ہونی چاہیے۔ نیز صہیونی پروفیسر ایلی پوڈہ جو عبرانی یونیورسٹی (یروشلم) سے منسلک ہے۔ لکھتا ہے کہ اسرائیلی حکومت کی بھرپور کوشش رہی ہے کہ کسی طرح مصری سیکورٹی اور انٹیلی جنس اداروں میں سیکولر سوچ رکھنے والے افسران کا غلبہ رہے، کیونکہ ایسے افسران کو اسلامی انتہا پسندوں اور جنگجوؤں کے خلاف استعمال کرنے میں اور کچلنے میں زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی۔

پروفیسر کا کہنا ہے کہ شام ہی کی مثال لے لیں، یہاں بھی سیکولر حکومت اسرائیل کے ساتھ امن و سلامتی کے ساتھ رہ رہی ہے اور اسرائیل سمیت امریکا کو بھی علم ہے کہ اگر شام میں اسلامی جنگجو برسر اقتدار آ گئے تو اسرائیل کے لیے ایک نیا درد سر کھڑا ہو جائے گا جو اسرائیل کی سلامتی کے لیے مستقل خطرہ بنا رہے گا۔ اسی طرح اسرائیل کے ایک وزیر کا کہنا ہے کہ اسرائیل میں مرسی کی رخصتی پر کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو خوش نہ ہو۔ دوسری جانب امریکی خبر رساں ادارہ CNN رقمطراز ہے کہ مصری وزیر دفاع، امریکی وزیر دفاع چک ہیگل اور اعلیٰ امریکی عہدیداروں کے ساتھ مکمل رابطے میں تھے۔ ان تمام رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''اسلام پسندوں کو اقتدار سے ہٹانے کا منصوبہ واشنگٹن اور تل ابیب کا مشترکہ صہیونی پلان تھا۔''

محمد ارسلان حجازی



سائنس سے روگردانی، قرآنی تعلیمات سے انحراف ہے

ڈاکٹر مجاہد کامران، وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کا فکر انگیز انٹرویو

ضیائے حدیث ڈاکٹر صاحب! اپنے خاندانی پس منظر سے آگاہ فرمائیں اور یہ بھی کہ آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی اور اس کے بعد خدمات کہاں کہاں انجام دیں؟

ڈاکٹر صاحب میری تاریخ پیدائش 23 جنوری 1951ء کی ہے۔ میرے والد سید شبیر حسین صحافی تھے، انھوں نے DAILY PAKISTAN TIMES، سول اینڈ ملٹری گزٹ سمیت مختلف اخباروں میں کام کیا۔ ان کو لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ انگریزی اردو دونوں میں لکھتے تھے، ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا، انتہائی ذہین، سمجھدار، ایمان دار اور دلیر بھی تھے۔ اسی طرح میرے چچا بھی اس دور کے حساب سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ انھوں نے 1945ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے فلسفہ کیا تھا۔ میرے ننھیال میں سے میرے نانا اور ان کے بڑے بھائی نے بیس کی دہائی میں علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں کا تعلیم کی طرف رجحان بہت کم تھا۔ میرے ددھیال کا تعلق گجرات کے قریب ایک گاؤں مدینہ سیداں سے ہے جبکہ ننھیال کا



تعلق گجرات شہر سے ہے۔ میری پیدائش گجرات میں ہوئی لیکن شعور کی آنکھ راولپنڈی میں کھولی۔ اس لیے کہ میرے والد اس وقت راولپنڈی میں ملازمت کرتے تھے۔ میں نے پہلی سے دسویں تک کی تعلیم راولپنڈی مال روڈ پر واقع سرسید سکول میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان 1965ء میں دیا۔F.Sc اور B.Sc گورڈن کالج راولپنڈی سے کیے۔ اس وقت یہ ادارہ کرسچین مشنری کے پاس تھا، امریکی اس ادارے میں کام کرتے اور پڑھاتے تھے۔ 1971ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی کیا۔ ایم ایس سی کرنے کے بعد 1972ء میں یونیورسٹی میں ہی مجھے ملازمت مل گئی۔ میرے لیے یہ بات باعث اعزاز ہے کہ ہر مرحلے پر مجھے میرٹ پر سکالرشپ ملتی رہی ہے۔1975ء میں پی ایچ ڈی کے لیے برطانیہ کا رخت سفر باندھا۔ پی ایچ ڈی میں میرا مضمون تھا: نظری طبعیات (THEORETICAL-PHYSICS)

ضیائے حدیث پی ایچ ڈی کے بعد دوبارہ کب یونیورسٹی کو جوائن کیا؟

ڈاکٹر صاحب جنوری 1980ء میں دوبارہ پنجاب یونیورسٹی کو Join کیا۔ درمیان میں تین برس کے لیے سعودی عرب چلا گیا اور وہاں 2001ء سے 2004ء تک رہا۔ سعودی عرب جانے کی وجہ یہ بنی کہ اس وقت کی پنجاب یونیورسٹی کی انتظامیہ سے میرے تعلقات خراب ہوگئے تھے۔ اس وقت جامعہ پنجاب کے VC ایک فوجی جنرل تھے اور میں سمجھتا تھا کہ وہ یونیورسٹی کو صحیح طرح سے نہیں چلا رہے تھے۔ ان حالات میں جب مجھے یہاں بیٹھے بٹھائے جامعہ ملک السعود (ریاض) سے ملازمت کی پیشکش ہوئی تو میں وہاں چلا گیا لیکن وہاں سے بھی میں نے خود ہی چھوڑا اگرچہ وہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ سعودیہ میں میری ملازمت، تنخواہ اور دیگر مراعات بہت اچھی تھیں۔ جب میں نے سعودیہ چھوڑا تو اس وقت خود مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ فیصلہ میں نے کیوں کرلیا لیکن اب مجھے سمجھ آتی ہے کہ اللہ مجھ سے پاکستان کے عظیم ادارے پنجاب یونیورسٹی کی خدمت کا کام لینا چاہتا تھا۔

ضیائے حدیث VC صاحب کے ساتھ آپ کے اختلاف کی کیا وجہ بنی؟

ڈاکٹر صاحب بات یہ ہے کہ تعلیمی ادارے چلانا فوجی جرنیلوں کے بس کی بات نہیں۔ فوجی جرنیلوں کو تعلیمی اداروں کا سربراہ بنانا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ وہ عسکری ماہر تو ہوں گے لیکن ماہر تعلیم ہرگز نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پنجاب یونیورسٹی کا VC بنتے ہی انھوں نے کئی ایسے اقدامات کیے جس سے اس عظیم تعلیمی ادارے کا معیار تعلیم گر گیا اور تشخص مجروح ہوگیا۔ ان کا چونکہ کوئی تعلیمی بیک گراؤنڈ نہ تھا لہٰذا انھوں نے یہاں تعلیم میں دلچسپی نہ رکھنے والے طلبہ کی تنظیم کی سرپرستی شروع کردی۔

ضیائے حدیث آپ نے پی ایچ ڈی کے لیے نظری طبعیات کے سبجیکٹ کا انتخاب کیوں کیا؟

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ سوال بہت دلچسپ ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ میرے والد سید شبیر حسین علامہ مشرقی سے بہت متاثر اور خاکسار تحریک میں شامل تھے۔ علامہ مشرقی دین اسلام کی جو توضیح کرتے اس میں وہ اس بات پر بہت زور دیتے تھے کہ قرآن مجید کی 750 آیات بنی نوع انسان کو مظاہر فطرت کے مشاہدے ومطالعے اور تدبر وتفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ 750 آیات کل قرآن کا آٹھواں حصہ ہیں۔ یہ بات میرے والد کے دل و دماغ میں رچی بسی تھی اس لیے ان کی اس سوچ اور فکر کا میرے دل و دماغ پر بھی گہرا اثر تھا۔ علامہ مشرقی دو باتوں پر بہت زور دیتے تھے:

اولاً.....علم، ثانیاً.....عسکریت۔

ان دونوں باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام قوت، طاقت اور زندہ رہنے کا دین ہے۔ تمام اسلامی عبادات کا مقصد مسلمانوں کی جمعیت کو اتنا مضبوط اور ناقابل تسخیر بنا دینا ہے کہ ان کے سامنے بڑے سے بڑے دشمن کی بھی کوئی حیثیت نہ رہے۔ مزید یہ کہ مسلمان قرآن کا پیغام بنی نوع انسان کو پہنچائے اور اسے متحد کرکے مقصدِ تسخیر کائنات کی طرف راغب کرے۔ جبکہ تسخیر کائنات بغیر علم کے ممکن نہیں۔ الغرض میرے والد گرامی کی سوچ میں علم کی اہمیت بہت واضح تھی جو مجھے ورثے میں ملی۔ مجھے یاد ہے جب میں 13 برس کا تھا تو میرے والد گرامی نے انگریزی کی ایک کتاب میری سالگرہ کے موقع پر دی۔ یہ کتاب میرے



پاس آج بھی محفوظ و موجود ہے اور اس پر 26 جنوری 1964ء کی تاریخ رقم ہے۔ اس کتاب کا نام CREATION OF THE UNIVERSE (کائنات کی تخلیق) تھا اور موضوع ہے: تخلیق کائنات۔ کتاب باتصویر تھی۔ اگرچہ اس وقت وہ کتاب میرے لیے پڑھنی مشکل تھی لیکن میں اس میں چھپی تصویریں دیکھتا اور اس میں موجود تمام سائنسدانوں کے ناموں سے واقف ہوگیا اور مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ طبعیات ہی وہ مضمون ہے جس کی دسترس میں اس کائنات پر چلنے والی اور اس میں گھومنے والی اشیاء ہیں۔ طبعیات کے علم سے ہم کائنات کی ابتدا، ارتقا اور اس کے انجام کے بارے میں سائنسی نقطہ نظر معلوم کر سکتے ہیں۔

اور اگر طاقت ور بننا ہے تو پھر طبعیات کی طرح اپنے معاشرے میں فزکس کو بھی فروغ دینا ہوگا۔ اس لیے کہ ہمارے ایٹمی ہتھیار فزکس کے علوم کا نتیجہ ہیں۔ طبعیات (فزکس) میں پریکٹیکل کی بنیادی اہمیت ہے مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ پریکٹیکل اور عملی امتحانات مجھے بے معنی لگتے تھے۔ تاہم مجھے کتابیں پڑھنے کا شوق تھا یا پھر میں ریاضیات میں اچھا تھا۔ والد گرامی کو چونکہ خود بھی مطالعے کا بے حد شوق تھا اور انھوں نے مجھے بھی بڑے طریقے اور سلیقے سے اس راہ پر ڈالا۔ راولپنڈی میں بک سینٹر کے نام سے کتابوں کی ایک دکان تھی اور اس کے مالک میرے والد گرامی کے دوست تھے۔ انھوں نے دکان کے مالک سے کہہ رکھا تھا: ''میرا بیٹا جب بھی کتاب کے لیے آئے اسے کتاب دے دینا، پیسے نہیں لینے، میرے کھاتے میں لکھ دینا، میں مہینے کے آخر میں دے دیا کروں گا۔'' آتے جاتے میں اس دکان سے کوئی نہ کوئی کتاب لے لیا کرتا تھا۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ میرے والد گرامی کو میرے اس شوق پر کافی خرچہ اٹھانا پڑتا ہوگا مگر انھوں نے کبھی مجھے محسوس نہیں ہونے دیا تھا۔ اس طرح انھوں نے غیر محسوس طریقے سے مجھے مطالعے کی عادت ڈالی۔ مطالعہ انسان کے لیے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس طرح اناج انسان کے جسم کی غذا ہے اسی طرح مطالعہ انسان کے دل و دماغ اور روح کی غذا ہے۔ مطالعہ اس کائنات کے بارے میں تصورات کو واضح کرتا اور سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ مطالعہ سے محروم انسان ایسے ہے جیسے وہ تاریک کمرے میں بند ہو۔ میرے والد وہ اکثر علامہ اقبال کے کلام کا ایک فارسی قطعہ مجھے پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے
تنے محکم تراز سنگیں حصارے
درونِ او دل درد آشنائے
چو جوئے در کنارِ کہسارے

میرے والد کھیلوں میں بھی میری حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھے گھڑسواری اور تیراکی بھی سکھائی، مجھے ہاکی کا بھی شوق تھا، وہ سختی بھی کرتے اور مارتے بھی تھے۔ اس طرح انھوں نے ہر پہلو سے میری شخصیت کی تکمیل کی۔

ضیائے حدیث آپ سائنسدان بننے کی بجائے تعلیم و تعلم کی طرف کیوں آ گئے؟

ڈاکٹر صاحب میں اب بھی سائنسدان ہوں۔ وائس چانسلر شپ یہ تو ایک انتظامی ذمہ داری ہے۔ دیکھیں کسی بھی ادارے کو چلانے کے لیے اس ادارے کا جو اصل پیشہ ہے اس سے متعلقہ افراد کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے افراد جو اپنے کام میں ماہر اور انتظامی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ اگر آپ تعلیمی اداروں پر جرنیل یا نوکر شاہی کو مسلط کر دیں گے تو کام نہیں چلے گا۔

ضیائے حدیث آپ نے جس سبجیکٹ میں پی ایچ ڈی کی اس میں آپ کا کوئی پریکٹیکل ورک؟

ڈاکٹر صاحب میرا سبجیکٹ تھا نظری طبعیات۔ میری دلچسپی بنیادی قوانین سے متعلق رہی ہے۔ اطلاقی کام میں میری دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ کتابیں پڑھنے اور انھیں کھنگالنے کا مجھے بہت شوق تھا۔

ضیائے حدیث سعودی عرب میں تدریس کا تجربہ کیسا رہا؟

ڈاکٹر صاحب سعودی عرب میں تدریس کا تجربہ بہت اچھا رہا۔ میں نے جامعہ ملک السعود ریاض میں پڑھایا ہے۔ وہاں رہ کر میں نے بہت کچھ سیکھا اور سمجھا۔ وہاں میرے مشاہدہ میں یہ بات بھی آئی کہ سعودی باشندوں میں تن آسانی اور آرام پسندی بہت ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے اور تعلیم مفت ہے۔ میں ان کے دینی نظام تعلیم کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا البتہ سائنسی اور دیگر دنیوی علوم میں ان کے ہاں اکثر بچوں



میں تعلیم کے حصول کی تحریک نہیں ہے۔ استثنیٰ ہر جگہ ہوتا ہے یقیناً کچھ بچوں کو تعلیم کا شوق ضرور ہے مگر اکثریت ایسی نہیں۔ تاریخی طور پر ان کی روایت میں جو چیز موجود ہے وہ کاروبار ہے۔ بہرحال تعلیم کی اہمیت ہمیشہ سے ہے اور رہے گی۔ سعودی عرب کے پاس جتنی دولت کی فراوانی ہے اتنا حصول علم اور فروغ علم کا شوق نہیں، حالانکہ ان کے پاس بڑا موقع ہے مگر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ یہ درست ہے کہ اللہ پردہ ڈالنے والا اور مہلت دینے والا ہے لیکن اس کی پکڑ بھی سخت ہے۔ لیبیا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ کسی وقت میں خوشحال ملک تھا دفعتاً صورت حال بدل گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس باصلاحیت افراد نہ تھے۔ جب تک باصلاحیت، مضبوط اور نظریے سے سرشار افراد پیدا نہیں کریں گے بات نہیں بنے گی۔ افغانیوں کو دیکھ لیں بھوکے ننگے ہیں لیکن قرآن کے ایک حصے کو انھوں نے سختی سے پکڑا ہوا ہے اور وہ ہے عسکریت۔ ان میں سے ہر فرد عسکریت کا ماہر ہے۔ انھوں نے پہلے روس کو پسپا کیا اب امریکہ کو نشانے پہ رکھا ہوا ہے۔ عسکریت افغانی قوم کی صلاحیت ہے اور یہ صلاحیت ان کے کام آ رہی ہے۔

ضیائے حدیث سائنس آپ کا سبجیکٹ ہے یہ فرمائیں کہ مسلمان اس وقت سائنس میں پیچھے کیوں ہیں؟

ڈاکٹر صاحب اس لیے کہ مسلمان حکومتوں کے نزدیک سائنس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، حالانکہ قرآن کا آٹھواں حصہ سائنس سے متعلق ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے سائنس کو نہیں قرآن کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ مسلمان ملک سائنس پر خرچ نہیں کرتے۔ امریکہ کی کل قومی پیداوار 14 ہزار ارب ڈالر ہے اور وہ تعلیم پر سات آٹھ فیصد خرچ کر رہا ہے۔ یہ رقم بذات خود 9 سو ارب ڈالر سے زائد ہے۔ پاکستان کی کل پیداوار سوا ، دو سو ارب ڈالر ہے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ نئے علوم کی تخلیق، تحقیق اور سائنس پر پاکستان کتنا خرچ کر رہا ہے۔ یہی حال سعودی عرب، کویت اور دیگر اسلامی ممالک کا ہے۔ ایک ایٹمی پروگرام ہے جس پر پاکستانی حکمرانوں نے تسلسل سے خرچ کیا اور سرپرستی کی تو وہ پروگرام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہی سوچ، فکر اور رویے جب تک تعلیم اور دیگر سائنسی علوم کے بارے میں نہیں ہوں گے کامیابی ممکن نہیں۔ دنیا میں سائنسی تحقیق پر سب سے زیادہ خرچہ مغرب میں ہو رہا ہے۔ مغرب اسی وجہ سے ہم پر مسلط اور غالب ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ہاں بھی تعلیم اور خصوصاً سائنسی علوم پر زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے جو مجموعی پیداوار کا کم از کم چار فیصد ہو۔ جامعات کی بھرپور مالی سرپرستی کی جائے۔ جامعات میں نئے تحقیقی اور سائنسی مراکز قائم کیے جائیں، اساتذہ وطلبہ کی سائنسی و تحقیقی تربیت کا معیار بہتر بنایا جائے، تجربہ گاہیں اور نئی عمارتیں بنائی جائیں، جامعات کو نوکر شاہی کے تسلط سے آزاد کیا جائے۔ ہائر ایجوکیشن کی مثال ہمارے سامنے ہے، گزشتہ 10,8 سال میں ہائر ایجوکیشن کی صورت حال تھوڑی سی بہتر ہوئی تو پاکستان بڑی تیزی سے سائنسی ترقی میں آگے بڑھنے لگا۔

ضیائے حدیث کیا پاکستانی جامعات تحقیقی میدان میں کوئی بڑا کردار ادا کر رہی ہیں اور اگر کوئی خرابی ہے تو کس جگہ ہے؟

ڈاکٹر صاحب پاکستانی جامعات اپنے وسائل کے مطابق تحقیقی میدان میں ٹھیک کردار ادا کر رہی ہیں۔ بڑا کردار ادا کرنے کا جذبہ موجزن ہو تو قوم کی سوچ اور فکر میں اٹھان آجاتی ہے کہ ہم نے ایک عظیم قوم بننا ہے اور اس کائنات کی گتھیاں سلجھانی ہیں۔ بڑا کردار ادا کرنے اور عظیم قوم بننے کی یہ ہوا جب شہر شہر، گاؤں گاؤں، گلی گلی اور قریہ قریہ چلے گی تو بات بنے گی۔ یہ ایک عظیم کام ہے اور اسی اعتبار سے وقت طلب اور دقت طلب بھی ہے۔ امریکہ 1776ء میں آزاد ہوا اور امریکی سائنسدانوں نے بڑے کام آزاد ہونے کے سو، سوا سو سال بعد شروع کیے تھے۔ صحیح معنوں میں امریکہ کی ترقی کا دور دوسری جنگ عظیم کے بعد شروع ہوا تھا۔ کہنے کا مقصد ہے کہ قوموں کی تقدیر بدلنے پر وقت لگتا ہے البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ سمت درست ہو۔ اس وقت جاپان بھی ترقی یافتہ ممالک میں سرفہرست ہے اور یہ ملک بھی اپنے پس منظر میں ترقی کا لمبا اور طویل سفر رکھتا ہے۔ جاپان میں 1870ء میں فوج نے ایک انقلاب برپا کیا تھا جس میں طے کیا گیا تھا کہ ہم مغرب میں اپنے لوگوں کو بھیجیں گے وہ وہاں سے علوم سیکھ کر آئیں گے اور پھر اپنے ملک کے نونہالوں کو علم کے زیور سے آراستہ کریں گے۔ ڈیڑھ سو سال قبل کیا جانے والا یہ فیصلہ آج کے جاپان کی ترقی کی بنیاد بنا تھا۔ یاد رکھیں! ترقی کا فارمولہ بہت سیدھا سا ہے



لیکن ضروری ہے کہ قیادت کے دل و دماغ میں یہ بات رچی بسی ہو کہ دنیا میں بقا اور زندہ رہنے کے لیے قوم کا صاحب علم ہونا ضروری ہے۔

ضیائے حدیث علمی و تحقیقی اعتبار سے آپ پاکستان کی کس یونیورسٹی کو بہتر سمجھتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے مختلف شعبہ جات ہیں جو یونیورسٹیوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتے ہیں۔ میرے نزدیک کسی بھی یونیورسٹی کے علمی و تحقیقی معیار کو بہتر بنانے کے لیے اس کے 90,80 فیصد اساتذہ کا پی ایچ ڈی ہونا لازمی ہے۔اس وقت پاکستان کی یونیورسٹیوں میں 22 سے 24 فیصد اساتذہ پی ایچ ڈی ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں40 فیصد اساتذہ پی ایچ ڈی ہیں۔ جب میں نے پنجاب یونیورسٹی کا چارج لیا تو اس وقت یہاں کل750 اساتذہ تھے جن میں سے 29 فیصد پی ایچ ڈی تھے۔ اس وقت ہمارے ہاں 1100 اساتذہ ہیں اور ان میں سے 40 فیصد پی ایچ ڈی ہیں۔ 1100 اساتذہ میں سے جب1000 اساتذہ پی ایچ ڈی ہوں گے تب یونیورسٹی کا صحیح معنوں میں علمی و تحقیقی معیار بہتر ہوگا۔

پنجاب یونیورسٹی میں سب سے بہتر کلیۃ لائیو سائنسز (حیاتیاتی علوم) کا ہے اس لیے کہ اس میں 60 فیصد اساتذہ پی ایچ ڈی ہیں۔ اس کے برعکس وہ کلیے سب سے کمزور ہیں جن میں پی ایچ ڈی اساتذہ کی تعداد کم ہے، مثلاً: اکنامکس اور مینجمنٹ سائنسز وغیرہ۔ باقی رہی یہ بات کہ کون سی یونیورسٹی زیادہ بہتر ہے اس سلسلے میں میں کہنا چاہوں گا کہ قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد سائنسی علم و تحقیق کے لیے ہی قائم کی گئی ہے۔ اب اس کا موازنہ آپ پنجاب یونیورسٹی سے نہیں کر سکتے۔ اسی طرح فیصل آباد زرعی یونیورسٹی کا موازنہ کسی دوسری یونیورسٹی سے نہیں کیا جاسکتا۔ الغرض ہر یونیورسٹی کی اپنی اپنی انفرادیت ہے۔

ضیائے حدیث پنجاب یونیورسٹی کی کیا انفرادیت ہے؟

ڈاکٹر صاحب ایک انفرادیت کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں کہ پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی اساتذہ کی تعداد اوسطاً باقی یونیورسٹیوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ و طالبات نے معاشرے کے ہر شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ شاعر، ادیب، وکیل، جج، سیاستدان، سائنسدان یہاں سے پیدا ہوئے ہیں۔

ضیائے حدیث پنجاب یونیورسٹی میں طلبہ و طالبات کی تعداد کتنی ہے؟

ڈاکٹر صاحب یہاں طلبہ و طالبات کی تعداد 30300 ہے۔

ضیائے حدیث آپ نے پہلے بتایا ہے کہ اساتذہ 1100 ہیں۔ کیا 30300 طلبہ و طالبات کے لیے1100 اساتذہ کافی ہیں؟

ڈاکٹر صاحب 30300 طلبہ و طالبات کے لیے 1100 اساتذہ ناکافی ہیں۔ عام طور پر اچھی جامعات میں طلبہ اور اساتذہ کا تناسب ایک اور بیس کا ہوتا ہے۔ اس وقت پنجاب یونیورسٹی میں ایک اور تینتیس کا تناسب ہے۔ ایک اور بیس کے تناسب کے لیے مزید پانچ چھ سو اساتذہ کا ہونا ضروری ہے۔

ضیائے حدیث آپ نے اپنے 6 سالہ دور میں اس جامعہ کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے کیا کیا ہے؟

ڈاکٹر صاحب جامعہ کی ریڑھ کی ہڈی اس کا پی ایچ ڈی پروگرام ہے۔ جس جامعہ میں پی ایچ ڈی اساتذہ کی معقول تعداد ہوگی اس کا معیار تعلیم ازخود بہتر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے پی ایچ ڈی پروگرام پر بہت توجہ دی ہے۔ جب میں نے یونیورسٹی کا چارج سنبھالا تو اس وقت ایک سال میں پی ایچ ڈی کرنے والوں کی اوسط تعداد41 تھی۔ 1990ء سے لے کر 2007ء یعنی 18 برسوں میں734 افراد نے پی ایچ ڈی کی۔ اس پروگرام کو ہم نے کافی بہتر کیا ہے۔ اب 2008ء سے لے کر 2011ء تک ہر سال پی ایچ ڈی کرنے والوں کی تعداد 100 سے زائد تھی اور 2012ء میں یہ تعداد 200 سے زیادہ ہوچکی ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں پاکستان کی اور کوئی جامعہ پی ایچ ڈی نہیں کروا رہی، علاوہ ازیں تحقیقی مقالات کی تعداد پچھلے پانچ سالوں میں قریباً چار گنا بڑھ گئی ہے۔ تحقیقی مقالات کے لیے مختص رقم میں بھی ہم نے اضافہ کیا ہے۔ جب میں نے چارج لیا تو اس وقت صرف 40 لاکھ روپے سالانہ تحقیقی مقالات کے لیے مختص ہوتے تھے۔ موجودہ مالی سال جو اب شروع ہوا ہے اس سال میں یہ رقم 10 کروڑ روپے ہوچکی ہے گویا پہلے سے 25



گنا رقم بڑھ چکی ہے۔ضرورت ہوئی تو اس میں ان شاء اللہ مزید اضافہ کیا جائے گا۔ ہم بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کے لیے اساتذہ کو سہولت دیتے ہیں اور ان کو آنے جانے کا کرایہ دیا جاتا ہے۔ اس مد میں پہلے ایک کروڑ تھا اب ہم نے ڈیڑھ کروڑ کر دیا ہے۔ کتب کی اشاعت میں بھی ہم نے اضافہ کیا ہے۔

2007ء اور 2008ء میں یونیورسٹی کے اساتذہ نے 30,29 کتابیں شائع کی تھیں پچھلے برس اللہ کے فضل سے ایک سو سے زائد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے یونیورسٹی پر ایک سیاسی کلچر چھایا ہوا تھا۔ ایک مخصوص جماعت کے اساتذہ میرٹ سے ہٹ کر بھرتی ہوتے تھے۔وہ اساتذہ یونیورسٹی میں ایک مخصوص جماعت کو پرموٹ کرتے اور پروان چڑھاتے تھے جس سے طلبہ کا تعلیمی کیریئر متاثر ہوتا تھا۔ ہم نے اس کلچر کو بھی کافی حد تک تبدیل کیا ہے اور یہ امر واضح کر دیا ہے کہ یونیورسٹی میں ایک خاص نقطہ نظر کو دوسروں پر مسلط کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔جس طرح پاکستان سب کا ہے اسی طرح یہ جامعہ بھی سب کی ہے۔اس پر تمام پاکستانیوں اور تمام مسالک کا حق ہے۔ اسلام میں سب برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پر جبر کا کوئی حق نہیں۔ ایک خاص سوچ، ایک خاص فکر اور ایک خاص نقطہ نظر کو مسلط نہیں کیا جانا چاہیے۔

ضیائے حدیث پاکستان میں ذہین طلبہ و طالبات کا رجحان میڈیکل اور انجینئرنگ کی طرف زیادہ ہے جبکہ سماجی اور ادبی علوم کی طرف رجحان کم ہے۔ اس توازن کو کیسے درست کیا جاسکتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب آپ کی یہ بات درست ہے۔ طلبہ و طالبات جب ایف ایس سی میں جاتے ہیں تو وہاں پہلے ہی دو گروپ بن جاتے ہیں ایک پری میڈیکل اور ایک پری انجینئرنگ، اسے دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے ہمارے نوجوان پیدا ہی انجینئر اور ڈاکٹر بننے کے لیے ہوئے ہیں۔ایسے نہیں ہونا چاہیے۔ ہر چیز میں توازن ضروری ہے، آپ انسانی جسم کو دیکھ لیں اس میں بھی اللہ نے توازن رکھا ہے۔ ہر میدان میں کامیابی توازن کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ زندہ اور باشعور قوم ہر میدان میں توازن اور اعتدال قائم رکھتی ہے۔ بھیڑ چال زندہ قوموں کا شیوہ نہیں۔حقیقت کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان میں حقیقت کو سمجھنے اور اس کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت ہو۔قرآن مسلمانوں پر بار بار کائنات کی حقیقت کو سمجھنے پر زور دیتا ہے لیکن افسوس مسلمان حقیقت نا آشنا ہو چکے ہیں۔ دنیا ایک میدان جنگ ہے یہاں بقا کی زندگی بسر کرنے کے لیے صاحب علم ہونا ضروری ہے اور علم حقیقت آشنائی کا دوسرا نام ہے۔ رسول پاک ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اگر کفار مکہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دیں تو بھی میں سچائی اور حقیقت کو بیان کرنے سے رک نہیں سکتا۔'' سچائی انسان کو دیوانہ بنا دیتی ہے اور پھر وہ منزل پر پہنچ کر ہی دم لیتا ہے۔

ضیائے حدیث آپ کی یونیورسٹی میں طالبات کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور طلبہ کم ہو رہے ہیں کیا اب اسے پنجاب یونیورسٹی کی بجائے ویمن یونیورسٹی کہنا زیادہ بہتر نہ ہوگا؟

ڈاکٹر صاحب اب طلبہ و طالبات کی تعداد میں کافی حد تک توازن ہے۔ بس معمولی سا فرق ہے۔ 48.5 فیصد طالبات ہیں اور 51.5 فیصد لڑکے ہیں۔ اگرچہ انفرادی شعبوں میں طالبات زیادہ ہیں۔ لیکن کچھ شعبوں میں لڑکے زیادہ ہیں، مثلاً: لاء کالج میں لڑکے زیادہ ہی ہیں۔ یہاں تقریباً 85 فیصد لڑکے ہیں۔ کیمیکل انجینئرنگ میں بھی لڑکے زیادہ ہیں۔ ہم نے اس عدم توازن کا تحقیقی مطالعہ کروایا تھا۔ اس مطالعہ سے ہمارے علم میں یہ بات آئی کہ دسویں اور بارہویں تک طلبہ و طالبات کی تعداد برابر رہتی ہے لیکن جب آپ B.A میں آتے ہیں تو طالبات کی تعداد طلبہ سے دگنی ہو جاتی ہے اور طالبات کے نتائج بھی بہت بہتر ہو جاتے ہیں۔ اب یہ بڑی عجیب بات ہے ایک لاکھ ستر ہزار امیدوار B.A کا امتحان دے رہے ہیں تو اس میں ایک لاکھ دس ہزار لڑکیاں ہیں۔ ایسے کیوں ہے.....؟ اور اس کی وجوہات کیا ہیں.....؟

ہم نے اپنی جامعہ کی خاتون پروفیسر کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ وجوہات کا کھوج لگائیں اور ہمیں آگاہ کریں۔ انھوں نے جو سروے کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک اہم وجہ غربت ہے۔ غربت اور وسائل کی دستیابی کی وجہ سے لڑکے



میٹرک یا ایف اے کے بعد ملازمت شروع کردیتے ہیں۔ کئی لڑکے دوران ملازمت اپنی بہنوں کو تعلیم دلواتے ہیں اور خود پرائیویٹ طور پر امتحان دیتے ہیں جس وجہ سے ان کے نتائج اچھے نہیں آتے اور لڑکیاں نتائج میں سبقت لے جاتی ہیں۔

ضیائے حدیث طلبہ و طالبات کی تعداد میں تفاوت کی وجہ تو آپ نے بتادی۔ یہ فرمائیں کہ اس تفاوت کو دور کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب اس تفاوت کو دور کرنا اور اس میں توازن قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت جب تک ملک کے اقتصادی حالات بہتر نہیں کرے گی تبدیلی نہیں آئے گی۔

ضیائے حدیث ڈاکٹر صاحب! اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کا عظیم الشان پراجیکٹ ہے۔ اس پراجیکٹ میں تین خرابیاں ہیں: پہلی یہ کہ اس کی کتابیں دیدہ زیب طباعت سے محروم ہیں۔ دوسرا یہ کہ نظرثانی اور اضافوں کا کام جو وقت کے ساتھ ساتھ ہونا چاہیے نہیں ہورہا۔ تیسرا یہ کہ فعال اور متحرک ٹیم موجود نہیں۔

ڈاکٹر صاحب میں ایک بات کا ذکر پہلے کرچکا ہوں کہ پنجاب یونیورسٹی میں جب ایک جنرل کو وائس چانسلر بنایا گیا تو میں نے اس تقرری سے اختلاف کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ایک ماہر تعلیم میدان جنگ میں فوج کو نہیں لڑا سکتا اسی طرح ایک جنرل تعلیمی ادارہ نہیں چلاسکتا۔ جب آپ غیر متعلقہ یا نااہل شخص کو کوئی ذمہ داری سونپیں گے تو یہی نتیجہ نکلے گا جو دائرہ معارف اسلامیہ کی خرابیوں کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ موجودہ سربراہ جن کی حال ہی میں تقرری ہوئی ہے ان کے پیش رو اتنے اہم کام کے اہل نہ تھے، وہ مقالے چوری کرتے، کسی کا کام ترجمہ کرکے اپنے نام لگا لیتے اور حوالے بھی نہ دیتے۔ ان کے سیاسی روابط بہت زیادہ تھے اور مالی بے ضابطگیاں بھی تھیں۔ ہم نے ان کے خلاف تحقیقات شروع کررکھی ہیں جس کے خلاف انھوں نے عدالت سے رجوع کررکھا ہے۔ ان کی جگہ ہم نے ایک نئے سربراہ مقرر کیے ہیں۔ وہ بہت محنتی، لائق اور قابل ہیں اور ایماندار بھی ہیں۔ نئے سربراہ نے اپنی تجاویز میں ہمیں بتایا ہے کہ پہلے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے باقاعدہ ایک مشاورتی کمیٹی ہوتی تھی جس میں بڑے بڑے مورخ، فضلاء اور علماء ہوتے تھے۔ ان کی مشاورت سے کام کیا جاتا تھا اور تراجم کروائے جاتے تھے۔ سو اب ہم دائرہ معارف اسلامیہ کے لیے فضلاء پر مشتمل ایک ایڈوائزری بورڈ تشکیل دے رہے ہیں۔ امید ہے اس سے خرابیاں دور ہوں گی اور کام میں بہتری آئے گی۔

ضیائے حدیث پاکستان کے نظام تعلیم کی اساس کن باتوں پر ہونی چاہیے؟

ڈاکٹر صاحب پاکستان کے نظام تعلیم کے دو مقاصد ہونے چاہییں۔ ایک یہ کہ ایسے لوگ پیدا کرنا جو صاحب کردار اور محبّ وطن ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ کسی نہ کسی فن میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔ نظام تعلیم ایک ہونا چاہیے اس میں طبقاتی تفاوت نہ ہو۔ ہمارے ہاں اس وقت کئی قسم کے نظام تعلیم موجود ہیں جس سے ہماری قومی وحدت پارہ پارہ ہورہی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ملک بھر میں یکساں نصاب تعلیم رائج کرے۔ A لیول O لیول ختم کیا جائے، اساتذہ کی بھرتی صرف اور صرف میرٹ پر کی جائے اور ان کی تربیت کا انتظام ہو۔ نظام تعلیم میں استاد کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا استاد کو اس کا مقام اور احترام دیا جائے۔ اگر نظام تعلیم ایک ہو اور استاد قابل ہو تو وہ ٹاٹ والے سکول سے بھی جوہر قابل پیدا ہوسکتا ہے۔ اساتذہ کی عزت و آبرو اور ان کا معاشرے میں مقام ہونا چاہیے۔ یہ ساری چیزیں جب تک صاحب اقتدار لوگوں کے ذہن میں نہیں ہوں گی ان پر عمل درآمد ممکن نہیں۔

ضیائے حدیث اگر پاکستان کا موازنہ دنیا کے دیگر ممالک سے کیا جائے تو آپ پاکستان کو تعلیمی اعتبار سے کہاں کھڑا پاتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب پاکستان تعلیمی اعتبار سے بہت پیچھے ہے۔ یورپ کے ساتھ پاکستان کا موازنہ یا مقابلہ بہت دور کی بات ہے۔ اسلامی دنیا کے ساتھ اگر موازنہ کیا جائے تو پاکستان پانچویں نمبر پر ہے۔ اسلامی دنیا میں تعلیمی اعتبار سے پہلے نمبر پر ترکی، پھر ایران، تیسرے پر مصر، چوتھی پوزیشن ملائیشیا کی ہے اور پاکستان پانچویں نمبر پر ہے۔ پانچویں نمبر پر ہونے کے باوجود پاکستان ایٹمی طاقت بن گیا ہے۔ اس لیے کہ ایٹمی طاقت کی اہمیت کا ہمارے حکمرانوں کو اندازہ تھا۔ بھٹو صاحب نے یہ پروگرام شروع کیا۔

ضیاء الحق نے بھٹو کو پھانسی پر لٹکا دیا لیکن ایٹمی پروگرام میں تعطل گوارا نہ کیا۔ بے نظیر اور نواز شریف کی پہلے ادوار میں باہم سخت مخالفت تھی لیکن ایٹمی پروگرام دونوں کے ادوار میں جاری رہا۔ حکومتی تبدیلیوں کا اس پروگرام پر کوئی اثر نہ پڑا۔ تعلیم اور سائنسی تحقیق میں بھی اسی تسلسل کی ضرورت ہے جب تعلیم اور سائنسی تحقیق کو اسی طرح کی اہمیت دی جائے گی تو پھر ہمارا ملک تعلیمی اعتبار سے نمایاں ممالک کی صف میں کھڑا ہوگا۔

ضیائے حدیث آپ نے اپنی گفتگو میں متعدد بار اسلامی دنیا کی بات کی ہے۔ یہ فرمائیں کہ اسلامی دنیا کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لیے آپ کی کیا تجاویز ہیں؟

ڈاکٹر صاحب دنیا کی جس حکومت نے بھی سائنسی تحقیقی علوم کی سرپرستی کی اس کی حالت بہتر ہوئی ہے، مثلاً: ترکی کو دیکھ لیں وہاں حکومت نے سرکاری تعلیمی اداروں کے لیے پی ایچ ڈی تک تعلیم مفت کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ترکی بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے، حالانکہ ترکی کی کل آبادی ہماری نصف آبادی سے بھی کم ہے۔ ہماری آبادی 18 کروڑ ہے اور ترکی کی آبادی 8 کروڑ ہے۔ ہمارا جی ڈی پی سوا دو سو ارب ہے۔ ان کا جی ڈی پی 800 ارب ہے۔

ایران نے اپنی ساری مشکلات کے باوجود سائنسی اور تحقیقی علوم میں فروغ و ترویج کے لیے توجہ کی ہے۔ ایرانی حکومت نے طے کر رکھا ہے کہ 2015ء تک ہم نے NANO ٹیکنالوجی میں دنیا کے 15 ممالک میں آنا ہے۔ اس لیے اب ایرانی حکومت NANO ٹیکنالوجی میں فروغ و ترقی کے لیے بھاری بجٹ خرچ کر رہی ہے۔

NANO ٹیکنالوجی کا مطلب ہے ایک سینٹی میٹر کا ایک ارب واں حصہ۔ ایک سینٹی میٹر کے ایک ارب واں حصے سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ ٹیکنالوجی کس قدر حساس ہے۔ الغرض! ایران اپنے بیشتر وسائل تعلیم اور سائنسی تحقیق پر خرچ کر رہا ہے۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ اسلامی دنیا سائنسی تحقیق کے معاملے میں یورپ سے بہت پیچھے ہے۔ اسلامی دنیا کا سائنسی تحقیق میں پیچھے رہ جانا المیہ سے کم نہیں۔

❁❁❁



امریکہ میں بسنے والے مسلمان!

حافظ عبدالوحید سوہدروی

امریکہ میں ایف بی آئی (فیڈرل بیورو آف انویسٹی گیشن) کی ''نظرِکرم'' آج کل امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کی طرف ہے۔ یہ سلسلہ 12 سال قبل 9/11 کے بعد سے شروع ہوا تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ چونکہ مسلمان اب خاصی حد تک محتاط ہو چکے ہیں، لہٰذا انھیں اپنے شکار کی تلاش میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اور وہ ہر قسم کے جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی حسن کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں جناب حافظ زبیر علی زئی ﷾ معروف شخصیت ہیں جن کا نامِ نامی دارالسلام کی کئی کتب کی زینت بن چکا ہے۔ ان کے ایک کزن محمد نثار خاں عرصہ تیرہ سال سے امریکہ میں مقیم ہیں جو یہاں کے شہری بن چکے ہیں۔ حافظِ قرآن اور چہرہ پر مطابق سنت داڑھی سجائے ہوئے ہیں۔ ریاست ٹیکساس کے دارالحکومت آسٹن میں حسب توفیق بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اپنی دینی تعلیم میں اضافہ کرنے کے لیے پاکستان کے مختلف علماء سے آن لائن (بذریعہ انٹرنیٹ) کلاسیں بھی لیتے تھے۔ اسی دوران ایک استاد نے امریکہ سے ان کے لیے ایک کمپیوٹر بھیجنے کی فرمائش کی۔ جسے پورا کرنے کا انھوں نے وعدہ کر لیا۔ جب کمپیوٹر پاکستان پہنچا تو حافظ نثار خاں کے ایک ماموں زاد بھائی نے



وہ اپنے لیے رکھ لیا۔ بس اپنے استاد کو کمپیوٹر بھیجنے کا وعدہ ہی ایف بی آئی کے نزدیک قابلِ سزا جرم بن گیا کہ اس طرح ایک دہشت گرد کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ اب یہ ایف بی آئی کی اپنی صوابدید پر ہے کہ جسے چاہیں دہشت گرد قرار دے لیں۔ پوچھنے والا کون ہے۔ ان کی نگاہ میں تو پاکستان کے سارے باشندے بلکہ پوری دنیا کے مسلمان بھی دہشت گرد ہوسکتے ہیں۔

حافظ محمد نثار خاں کے خلاف کوئی ثبوت یا شواہد نہ ہونے پر ان سے ڈیل (مک مکا) کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہمارے لیے کام کرو، یعنی مسلمانوں کی مخبری کرو تو تمھیں چھوڑ دیں گے۔ ساتھ ہی دھمکی دی کہ تعاون نہ کرنے پر 25 سال تک سزا ہوسکتی ہے۔ حافظ نثار خاں انکار کرتے رہے اور اپنی بے گناہی پر ڈٹے رہے۔ ان کو روزانہ آٹھ آٹھ گھنٹے دفتر میں بٹھائے رکھا جاتا اور پوچھ گچھ ہوتی کہ ہمیں ان دہشت گردوں کے بارے میں بتاؤ۔ ان کا جواب یہی ہوتا کہ میں ذاتی طور پر انھیں نہیں جانتا صرف آن لائن ہی ان سے رابطہ رہا ہے۔ حافظ نثار خاں کو بہت تنگ کیا گیا۔ سفر پر پابندی لگا دی گئی۔ اور گھر والوں کو غائب کرنے کی دھمکی دی گئی۔

ان کی ایک بیوی اور دو چھوٹے لڑکے ہیں۔ بیوی ماشاء اللہ باہمت ہے جو استقامت کے ساتھ ان کا ساتھ دے رہی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ محمد نثار خاں بعون اللّٰہ تعالیٰ پختہ عقیدے کے مالک ہیں کہ اللہ کے بغیر نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ یہی وجہ ہے کہ ایف بی آئی والوں کی سب تدابیر ناکام ہوتی جارہی تھیں۔ انھوں نے کوشش کی کہ انھیں 25 نہیں تو 12 سال کی سزا ہو جائے۔ پھر عدالت سے 5 سال کی سزا دینے کی استدعا کی گئی مگر جج نے حافظ محمد نثار خاں کے بے داغ ماضی کی بنا پر صرف دو سال کی سزا سنائی۔ اپنی سزا سنتے ہی حافظ نثار خاں نے کمرہ عدالت میں ہی سربسجود ہوکر سب کو حیران کردیا۔ پھر ماہ فروری 2013ء میں جیل جانے پر ان کی سزا چار ماہ مزید کم کردی گئی۔

جس جیل حافظ نثار خاں گئے وہاں پہلے ہی 20-25 مسلمان قیدی موجود تھے جن کی قسمت جاگ اٹھی اور حافظ صاحب نے انھیں قرآن پاک پڑھانا اور دینی تعلیم سے آراستہ کرنا شروع کردیا ہے۔ وہ قیدی حیران ہوکر انھیں پوچھتے کہ آپ جیسے نیک اور شریف آدمی کو جیل کیوں آنا پڑا۔ ان کی حیرانی بجا ہے۔ کیونکہ جیل میں عموماً جرائم پیشہ لوگ ہی آتے ہیں۔ حافظ صاحب مسکرا کر جواب دیتے کہ قرآن پڑھنے پڑھانے کی وجہ سے آنا پڑا۔

جیل سے ایک مرتبہ فون آنے پر مجھے بتانے لگے کہ آج کل ان کی زندگی کے بہترین دن گزر رہے ہیں۔ اور وہ سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوکر اپنے کام میں مشغول ہیں۔ ایک کافر ان کے ذریعے اسلام بھی قبول کرچکا ہے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ اِن حالات سے جو بھی گزرتا ہے وہ بتوفیقہٖ کندن بن کر نکلتا ہے۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت اللہ کے مقابلے میں اسے خوفزدہ نہیں کرسکتی اور وہ راہِ للہ ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔ جس کا احساس اس کافر کو کیا ہوگا جو اذیت پہنچا کر اپنی کامرانی پر شاداں ہوتا ہے۔ اگر ایک مومن کی زندگی پر غور کیا جائے تو وہ سراپا باطل قوتوں کے ساتھ نبرد آزما رہتی نظر آتی ہے۔ چاہے آپ ایک اسلامی ملک میں رہتے ہوں یا کسی غیر مسلم ملک میں، حق و باطل میں یہ ٹکراؤ بڑا واضح نظر آتا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ایک اسلامی ملک میں رہتے تھے نیز اہل سنت کے مشہور امام بھی اسلامی مملکت کے باشندے تھے مگر ان کے ساتھ باطل قوتیں جس طرح نبرد آزما رہیں کسی سے پوشیدہ نہیں، حالانکہ وہ زمانہ ہماری نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین زمانہ تھا۔ اگر کسی موقع پر یا کسی علاقے میں آپ کو حق و باطل میں یہ کشمکش نظر نہ آئے تو سمجھ لیجیے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ کیونکہ حق و باطل میں مفاہمت منشائے الٰہی کے خلاف ہے جس کا ثبوت ہمیں انبیاء کی بتائی گئی سوانح حیات سے ملتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی وقت حق و باطل میں سے کوئی وقتی طور پر دب جائے اور بظاہر ماحول پرسکون نظر آئے۔ مگر کون جانتا ہے کہ سطحِ سمندر کے نیچے کتنے تلاطم جنم لے رہے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ باطل قوتوں کے ساتھ نبرد آزما ہونے والوں کی مدد فرما کر انھیں استقامت کی نعمت سے مالا مال کردے، آمین

پیغام ٹی وی کی مجلس امناء (ٹرسٹیز) کی سالانہ میٹنگ 28 شعبان 1434ھ 7 جولائی 2013ء اتوار کے روز طے تھی۔ مجلس امناء کے رئیس، عالم اسلام کی نمایاں شخصیت، امام و خطیب حرم مکی شریف ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس ہیں۔ گزشتہ سال یہ میٹنگ ان کے گھر پہ ہوئی تھی مگر اس سال یہ اجلاس ان کے دفتر میں ہوا جو بیت اللہ شریف سے چند منٹ کی پیدل مسافت پر ہے۔ اس پروگرام کی تیاریاں کافی پہلے سے شروع ہو چکی تھیں۔ پیغام ٹی وی الحمدللہ بتدریج ترقی کی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ اب آپ اسے اپنے موبائل پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس پروگرام میں شرکت کے لیے امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث جناب پروفیسر ساجد میر صاحب 29 جون ہفتہ کی صبح کو اسلام آباد سے ریاض پہنچے تو ان کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ انھیں ریاض کے مشہور فائیو سٹار ہوٹل ''قصر الریاض'' میں ٹھہرایا گیا۔ حسب سابق وہ سعودی حکومت کے مہمان تھے۔ انھوں نے ریاض میں چار دن کا نہایت مصروف وقت گزارا۔ کارکنان سے ملاقاتیں کیں۔ سعودی حکومت کے متعدد ذمہ داران سے ملاقاتیں کیں۔ نوجوانوں کی تنظیم پاک پروفیشنل فورم کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور کارکنان سے خطاب فرمایا۔ یہ تنظیم بھی سلفی نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ اس میں زیادہ تر انجینئر ہیں۔ کم و بیش سب ہی اچھی ملازمتوں پر فائز ہیں۔ یہ نوجوان سوشل ورک بھی کرتے ہیں اور دینی امور میں ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے رہتے ہیں۔

ریاض میں پیغام ٹی وی کا باقاعدہ دفتر قریباً دو ماہ پہلے کھل چکا ہے۔ اس کا رسمی افتتاح ہو چکا تھا، مگر حضرۃ الامیر کی موجودگی سے فائدہ

امام کعبہ کے ساتھ چند لمحات

پیغام ٹی وی کی سالانہ میٹنگ 2013ء کے انمٹ نقوش

عبدالمالک مجاہد

PAIGHAM TV





اٹھاتے ہوئے خاص کارکنان کا پروگرام اس دفتر میں منعقد کیا گیا۔ توقع سے کہیں زیادہ حاضری تھی۔ محترم علی محمد ابوتراب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث بلوچستان پیغام ٹی وی ریاض کے مدیر تنفیذی ہیں۔ ان کی نظامت میں پروگرام شروع ہوا۔ پہلے انھوں نے پیغام ٹی وی کے حوالے سے گفتگو کی پھر مائیک راقم الحروف کے حوالے کر دیا گیا۔ راقم نے دور حاضر میں اسلامی چینلز کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی قیادت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور کہا:

عصر حاضر میں مرکزی قیادت کا یہ کارنامہ سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ پیغام ٹی وی چینل کے روح رواں محترم جناب حافظ عبدالکریم صاحب ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

راقم کی گفتگو کے بعد امیر محترم نے مفصل خطاب۔ فرمایا انھوں نے بتایا کہ وہ کن کن مراحل سے گزر کر اس سیٹلائٹ چینل کو بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انھوں نے ان مسائل کا بھی ذکر کیا جن سے اسلامی چینلز دوچار ہوتے ہیں۔ امیر محترم کا یہ خطاب اتنا مفید اور پراثر تھا کہ میری خواہش ہے کہ ہم اسے علیحدہ سے مکمل نہ سہی اس کے خاص خاص حصے ضرور شائع کریں۔ ہمارے قارئین کچھ عرصہ بعد ہفت روزہ اہل حدیث کے صفحات پر اس خطاب کو بھی ملاحظہ کر سکیں گے۔ بڑے شاندار عشائیہ کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

پروفیسر ساجد میر صاحب جب ریاض میں ہوتے ہیں تو ہمارے بڑے مزے ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے مختلف پروگرامز اور تقاریب کا اہتمام ہو جاتا ہے۔ دارالسلام کا دفتر ان دنوں امیر محترم کے دفتر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہاں ان کو ہر طرح کی سہولت میسر ہوتی ہے۔ دوپہر کے وقت وسیع دسترخوان سج جاتا ہے۔ انواع و اقسام کے کھانے رکھے ہوتے ہیں۔ ہمارے دفتر کے منتظم محمد عارف بھٹی اور محمد ظفر بھٹی صاحبان کے گھروں سے بھی مختلف ڈشیں آجاتی ہیں۔ احباب آتے رہتے ہیں۔ یہاں جماعتی مسائل، مشورے، سیاسی اور علمی گفتگو بھی کچھ چلتا ہے۔ کھانے کی ٹیبل پر بیٹھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ ڈش اپارٹمنٹ نمبر 10 سے آئی ہے یہ 11 نمبر سے آئی ہے۔ اس طرح کھانا کچھ اور مزیدار اور پرلطف ہو جاتا ہے۔ پروفیسر صاحب ایک جرنیل کی طرح ہیں۔ وہ ہماری تربیت کے ساتھ ساتھ اپنی عملی استعداد میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔ بطور خاص میرے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ہی میں نے کوئی غلط تلفظ بولا وہ بڑی محبت سے تصحیح کر دیتے ہیں۔ ہم اکثر کہتے ہیں: یہ بہاریں محترم پروفیسر ساجد میر صاحب کی وجہ سے ہیں۔

پروفیسر صاحب چار دن کے قیام کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ میرے ذاتی علم کی حد تک آج تک ایسا نہیں ہوا کہ وہ سعودی عرب آئے ہوں اور مدینہ طیبہ نہ گئے ہوں۔ دارالسلام مدینہ منورہ کے منیجر منیب کبریا نے ان کا استقبال کیا اور ہر جگہ ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ اگلا دن جمعہ 5 جولائی 2013ء کا دن تھا۔ وہ صبح سویرے ہی عازم مکہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے جدہ پہنچے تو محترم حافظ عبدالکریم صاحب کے بھتیجے حافظ حسین مکی نے ایئرپورٹ پر ان کا استقبال کیا۔ امیر محترم احرام کی حالت میں طیارے سے باہر تشریف لائے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کیا۔ آج کا جمعہ جناب ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید نے پڑھایا۔ جمعہ کے بعد ان کے دفتر میں پروفیسر صاحب کی ملاقات ہوئی۔ ان کو سات جولائی کے مجلس امناء کے پروگرام میں دعوت دی گئی۔ دیگر اہم موضوعات جن پر شیخ سے بات ہوئی ان میں پاکستان میں جمعیت اہل حدیث کی نشاطات، دعوت میں پیش آمدہ مشاکل اور انھیں دور کرنے کے امور شامل تھے۔ انھوں نے ہم سب کو ہفتہ کی رات کے لیے بڑی محبت سے کھانے کی دعوت دی۔

راقم الحروف کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ بھی پیغام ٹی وی کی مجلس ٹرسٹیز میں شامل ہے۔ کل چودہ ٹرسٹیز ہیں جن کے رئیس جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس ہیں۔ ان کے نائب پروفیسر ساجد میر صاحب ہیں۔ پیغام کے مدیر عام جناب ڈاکٹر حافظ عبدالکریم صاحب ہیں اور راقم الحروف کو ان کا نائب ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جناب علی محمد ابوتراب سعودی عرب میں پیغام ٹی وی کے مدیر تنفیذی ہیں۔ اس طرح پاکستان سے چار ٹرسٹیز ہیں۔ سعودی عرب سے تین، قطر سے دو، بحرین، کویت، بریطانیا، بنگلہ دیش، انڈیا سے ایک ایک نمائندہ ہے۔ اس طرح کل تعداد 14 ہے۔ اوپر میں ذکر کر چکا ہوں کہ ہر سال ان ٹرسٹیز کا اجتماع ہوتا ہے جس میں گزشتہ سال کی کارکردگی کا



جائزہ لیا جاتا ہے اور آئندہ سال کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے نیز بجٹ کی منظوری کے ساتھ ساتھ ٹرسٹیز کے مشورے اور ان کی توجیہات سنی جاتی ہیں۔ مدیر عام اپنی رپورٹ میں بتاتے ہیں: ہمارا گزشتہ سال کیسے گزرا، ہم نے کن حالات میں کام کیا۔ اس اجلاس میں اگر اچھی کارکردگی کی تحسین ہوتی ہے تو نقائص پر تنقید بھی ہوتی ہے۔ ذمہ داران اپنا دفاع بھی کرتے ہیں۔ کھلے دل سے تنقیدوں اور مشوروں کو سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

7 جولائی کو نماز ظہر کے فوراً بعد یہ اجلاس شروع ہونا تھا۔ برطانیہ سے برادرم شعیب احمد میرپوری بطور خاص تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے ملاقات میں وہاں کے جماعتی، دعوتی، سیاسی، اقتصادی حالات سے آگاہی ہوئی۔ الحمدللہ! وہاں کی مرکزی جمعیت اہل حدیث خاصی فعال ہے۔ گزشتہ سالوں میں جو ناخوشگوار واقعات پیش آئے تھے اب ان کی گرد بیٹھ چکی ہے۔ ساتھی مل کر کام کر رہے ہیں۔ عصر کی نماز کے وقت امیر محترم سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا: آج رات کا کھانا سعودی عرب کی معروف علمی شخصیت اور امام کعبہ شیخ صالح بن عبداللہ بن حمید کے گھر ہے۔ ہم عشاء کے بعد ان کے گھر جائیں گے۔ اب اگر میں شیخ صالح بن حمید کے بارے میں لکھنا شروع کروں تو اس کے لیے پورا کالم درکار ہے۔ میں کچھ عرصہ قبل ریاض میں ان کے گھر ہونے والے عشائیہ پر مضمون لکھ چکا ہوں۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ اپنے وقت کی معروف اور نہایت مدبر شخصیت ہیں۔ ان کے والد گرامی شیخ عبداللہ بن حمید بھی امام کعبہ تھے۔ وہ بھی بڑی زور دار شخصیت تھے۔ عشاء کے بعد پاکستانی سفارت خانہ کے کمرشل منسٹر جناب حجاب گل تشریف لے آئے۔ خاصے عرصہ بعد ملاقات ہوئی تھی۔ محبت بھرے انداز میں گلے شکوے ہوئے۔ آئندہ جدہ میں ملاقات کے وعدے پر فضا مسکراہٹوں سے خوشگوار ہوگئی۔

شیخ صالح بن حمید کا گھر بیت اللہ سے زیادہ دور نہیں۔ برادرم حافظ حسین نے تھوڑی سی ڈرائیونگ کے بعد اعلان کر دیا کہ شیخ کا گھر آگیا ہے۔ شیخ کے آدمی بازار میں انتظار کر رہے تھے۔ ایک خوبصورت مگر متواضع سے دروازے پر شیخ صاحب کے بیٹے نے اور پھر اندر مجلس میں شیخ صاحب نے وفد کے ارکان کو گلے لگایا۔ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ وہ نہایت مدبر شخصیت ہیں۔ شیخ ساجد میر صاحب سے ان کے برسوں سے تعلقات ہیں۔ حافظ عبدالکریم صاحب تو جامعہ ام القریٰ میں ان کے شاگرد رہے ہیں، اس مجلس میں بہت عمدہ اور مفید گفتگو رہی۔ گفتگو کا مرکز پیغام ٹی وی ہی رہا۔ پشتو زبان میں جلد ہی چینل شروع کرنے کا عزم، اس میں رکاوٹیں، چیلنجز، دعوتی سرگرمیاں اور سیاسی میدان میں جماعت کی جہود پر بات چیت ہوتی رہی۔ راقم الحروف خاصی دیر سے ایک سوال کا جواب تلاش کر رہا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں جو ''حلہ'' پہنا تھا۔ اس کی شکل کیسی تھی، کیا آج یہ ''حلہ'' بازار میں مل سکتا ہے؟

جب میں نے شیخ صاحب سے یہی سوال کیا تو اس پر بحث شروع ہوگئی۔ انھوں نے مجھے کئی کتابوں کے حوالے دیے۔ جن میں امام ابن القیم کی مشہور کتاب ''زادالمعاد'' کا نام لیا۔

قارئین کرام! اس سوال کا جواب ابھی تک تشنہ ہے۔ کسی قاری کے پاس اس کا شافی جواب ہو تو مجھے درکار ہے۔ ایک مدت سے میری خواہش ہے کہ اس جیسا ''حلہ'' بنا کر میں بھی پہنوں یا علماء کو ہدیہ کروں، جس قسم کا حلہ اللہ کے رسول ﷺ نے پہنا تھا۔

حسب روایت کھانا نہایت لذیذ اور یادگار تھا۔ شیخ صالح بن حمید بار بار فرما رہے تھے: وقت کی قلت کے باعث ہم زیادہ اہتمام نہیں کر سکے، مگر اس کے باوجود کوئی سات آٹھ ڈشیں تو ضرور ہوں گی۔ رات کے کم و بیش ساڑھے گیارہ بجے ہم ان کے گھر سے رخصت ہوئے تو انھوں نے ہر مہمان کو گلے لگا کر دروازے پر آکر رخصت کیا۔

قارئین کرام! اگر آپ امام کعبہ کے ساتھ آدھی رات تک ساتھ ہوں اور پھر فجر کی نماز میں ان کی آواز سنیں تو آپ کو کیسا لگے گا؟ 7 جولائی کو فجر کی نماز کے لیے کھڑا ہوا تو شیخ صالح بن حمید ہی فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ میں ان کا بڑا مشتاق ہوں اور جب ان کی آواز سنی تو نہال ہوگیا۔ اللہ اکبر! اس عظیم شخصیت کے ساتھ تو رات ایک ہی ٹیبل پر بیٹھ کر میں نے کھانا کھایا ہے۔ بلاشبہ یہ زندگی کا بہترین اور یادگار عشائیہ تھا۔



پیغام ٹی وی کی مجلس امناء کی میٹنگ اور پروگرام شیخ عبدالرحمٰن السدیس کے دفتر میں ظہر کے فوراً بعد شروع ہونا تھا۔ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ شیخ السدیس کا دفتر بیت اللہ شریف سے پانچ منٹ پیدل کی مسافت پر ہوگا۔ یہ کئی منزلہ بلڈنگ ہے جس میں شؤن الحرمین الشریفین سے متعلق بہت سے دفاتر ہیں۔ یہاں ریسرچ سنٹر ہے۔ دفتر باہر سے تو قدرے پرانا نظر آتا ہے کہ اس کی تعمیر کو خاصا وقت گزر چکا ہے مگر اندر سے نہایت خوبصورت ہے۔ شیخ صاحب کا دفتر پانچویں منزل پر ہے۔ ہم نے ظہر کی نماز انھی کے دفتر سے ملحق بڑی مسجد میں ادا کی، پھر جہاں تقریب ہونا تھی اس ہال میں پہنچے۔ یہ ایک بڑا ہال ہے جہاں سٹاف کی میٹنگیں چلتی رہتی ہیں۔ سامنے اسٹیج پر پیغام کا بڑا سا ''لوگو'' لگا ہوا تھا۔ ہال کا فرنیچر نہایت خوبصورت اور قیمتی ہے۔ ٹی وی اور پریس کے نمائندے پہنچ چکے تھے اور اپنے کیمروں کو سیٹ کر رہے تھے۔ دیواروں پر حرمین شریفین کی مستقبل میں توسیع کے حوالے سے بڑی بڑی تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اپنے موبائل سے ان کی تصویریں بنالیں۔ بلاشبہ جب حرم کی حالیہ توسیع کا منصوبہ مکمل ہوگا تو حرم پاک مزید خوبصورت اور وسیع ہو جائے گا۔ لاکھوں حاجیوں کی گنجائش بڑھ جائے گی اور انھیں بہت ساری دیگر سہولتیں ملیں گی۔

حافظ عبدالکریم صاحب اور ابو تراب صاحب خاصے سرگرم نظر آ رہے تھے۔ کیونکہ اصل پروگرام تو انھی کا تھا۔ انھوں نے ہی امام صاحب کو بریفنگ دینا تھی۔ اسی دوران شیخ صاحب کے دفتر سے بلاوا آ گیا کہ اراکین مجلس اُمناء اندر آ جائیں۔ میرے لیے ان کے دفتر میں جانے کا پہلا موقع تھا۔ پہلے ان کے سیکرٹری کا کمرہ اور پھر اندر جا کر ان کا دفتر تھا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑا اور نہایت خوبصورت دفتر ہے۔ شیخ صاحب کی تواضع دیکھیں کہ وہ اپنے دفتر کے دروازے پر کھڑے تمام ارکان کو گلے لگا رہے تھے۔ ان کے نام لے لے کر انھیں خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

اس سال بعض مجبوریوں کی بنا پر مجلس امناء کے تمام شرکاء اجلاس میں موجود نہ تھے۔ شیخ السدیس نے صدارت کی کرسی سنبھالی اور کارروائی کا آغاز ہوا۔ انھوں نے اصرار سے کہا: صدارت اور امارت تو شیخ ساجد میر صاحب کی ہے، وہی اس کے اہل ہیں اور انھی سے ہم نے سیکھنا ہے۔ شیخ ساجد میر نے ان سے کہا: یہ ہمارے لیے سعادت ہے کہ ہم آپ کی قیادت اور رہنمائی میں کام کریں۔ اس اجلاس میں بجٹ پیش ہونا تھا، اس کی توثیق اور آئندہ کی منصوبہ بندی ہونا تھی۔ جناب حافظ عبدالکریم صاحب نے گزشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی جس کی شرکاء نے توثیق کی۔ اجلاس میں ایجنڈے کی بعض شقوں پر خوب بحث ہوئی، طوالت کے ڈر سے اس کی تفصیل کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔

اجلاس کے دوران چائے، قہوہ اور کھجوروں کا دور چلتا رہا۔ بلاشبہ میں نے اور تمام شرکائے اجلاس نے شیخ السدیس صاحب سے بہت کچھ سیکھا۔ ایک خاص بات کی طرف انھوں نے توجہ دلائی کہ ہم نے اپنے معاملات اور حسابات اتنے شفاف رکھنے ہیں کہ کسی وقت بھی اگر کوئی ادارہ ان حسابات کو چیک کرنا چاہے تو وہ نہایت آسانی اور سہولت سے اسے چیک کر سکے۔ اب وہ دور گیا جب شخصی اعتماد کی بنیاد پر کام ہوتے تھے اور ایک فرد ہی سب کچھ ہوتا تھا۔ ہمیں جو کام بھی کرنا ہے اس کی باقاعدہ منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔ اسے اجتماعی بنیادوں پر کرنا ہوگا۔ معاملات کا تمام شرکاء کو علم ہونا چاہیے۔ ان کی تقریر خاصی لمبی تھی مگر اس میں حکمت بھری باتیں تھیں، اہل حدیثوں کے ساتھ پیار اور محبت تھا۔ کتنی بار انھوں نے سلام علٰی اھل الحدیث کہا۔ متعدد بار انھوں نے پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ میں نے ان میں ایک خوبی دیکھی کہ انھوں نے تمام شرکائے اجلاس سے ذاتی آراء دریافت کیں اور ہر ایک کو اہمیت دی۔

ادھر مجلس امناء کا یہ اجلاس ہو رہا تھا، دوسری طرف بڑے ہال میں بہت سے نمایاں افراد جن میں تاجر حضرات، علمائے کرام اور دیگر معززین شامل تھے، امام صاحب اور ان کے ساتھیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ اجلاس ختم ہوا تو اگلے پروگرام کے لیے ہم بڑے ہال میں منتقل ہو گئے۔ اب مائیک جناب علی محمد ابوتراب نے سنبھال لیا۔ کرسی صدارت پر شیخ عبدالرحمٰن السدیس رونق افروز ہوئے۔ ان کے دائیں جانب جناب پروفیسر ساجد میر صاحب بائیں جانب ڈاکٹر حافظ عبدالکریم



صاحب تھے۔ اجلاس کی باقاعدہ کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ یہ بہت خوبصورت تلاوت تھی جسے شیخ السدیس صاحب نے بے حد سراہا۔ حاضرین مجلس نے بھی اس کی داد دی۔

جناب ابو تراب صاحب کے ترحیبی اور توضیحی کلمات کے بعد مائیک حافظ عبدالکریم صاحب نے سنبھالا۔ انھوں نے لکھی ہوئی تفصیلی رپورٹ پیش کی جس میں پیغام ٹی وی کی آئندہ منصوبہ بندی، آنے والے مسائل اور دیگر امور پر مکمل بحث تھی۔ انھوں نے شیخ عبدالرحمٰن السدیس کو زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ انھوں نے پیغام ٹی وی کے بورڈ آف ٹرسٹیز کی چیئرمین شپ کی ذمہ داری قبول کی۔

شیخ حافظ عبدالکریم صاحب کے بعد مائیک جناب پروفیسر ساجد میر صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے جہاں سعودی حکومت اور خادم الحرمین الشریفین کا شکریہ ادا کیا وہیں شیخ السدیس کی خدمات کو بھی سراہا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ ان شاء اللہ عنقریب پیغام ٹی وی یورپ میں بھی دیکھا جا سکے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم 30 ملین سے زائد لوگوں کے لیے پشتو زبان میں بھی چینلز لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امیر محترم نے اس موقع پر پیغام ٹی وی کی افادیت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

اب باری تھی شیخ عبدالرحمٰن السدیس ﷾ کی جنھوں نے شرکاء سے تفصیلی خطاب فرمایا:

انھوں نے موجودہ دور میں میڈیا کی اہمیت سے حاضرین کو آگاہ کیا کہ اسلام کے پیغام کو اس کی سچی تعبیر کو عام کرنے کی اس دور میں شدید ضرورت ہے۔ اسلام پر مختلف حلقوں کی طرف سے بہت زیادہ الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ دین کو تشدد اور دہشت گردی سے جوڑا جاتا ہے، حالانکہ اسلام امن کا دین ہے۔ انھوں نے سیرت پاک اور صحابہ کرام کی زندگیوں کے حوالے دے کر فرمایا کہ اسلام کا موجودہ دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ ان غلط فہمیوں کو پیغام ٹی وی بڑے عمدہ انداز میں زائل کر رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ پیغام کا اجراء بڑا مبارک اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ شیخ ساجد میر اور ڈاکٹر عبدالکریم کی نگرانی میں یہ سیٹلائٹ چینل مسلسل ترقی کر رہا ہے۔ نت نئے پروگرام پیش کیے جا رہے ہیں۔ ہمیں ان پروگراموں کو مزید بہتر بنانا ہو گا تاکہ لوگوں کی دلچسپی برقرار رہے۔ انھوں نے پیغام کی انتظامیہ پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔

اس موقع پر موجود ''پیغام'' کے خیر خواہوں نے دل کھول کر فنڈز دیے۔ جن لوگوں نے پیغام کے لیے کام کیا تھا ان کو اعزازی شیلڈز سے نوازا گیا۔ سب سے پہلے پروفیسر ساجد میر

چاقو تیرے ہاتھ میں ہے

وہ جتنا حلیم الطبع اور کم سخن تھا اس کی بیوی اتنی ہی بدمزاج اور منہ پھٹ تھی۔ بات بات پر لڑنا جھگڑنا اور خاوند کے منہ آنا اس کا وطیرہ تھا۔ ایک بار میاں بیوی بحری جہاز کا سفر کر رہے تھے کہ بحری جہاز طوفان میں گھر گیا۔ جہاز کے بچنے کی کوئی امید نظر نہ آ رہی تھی۔ تمام مسافر پریشانی کے عالم میں ادھر اُدھر بھاگے پھر رہے تھے۔ یہی حال اس کی بیوی کا بھی تھا، مگر وہ بڑے سکون سے بیٹھا اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ اس کی بیوی اس کے پاس آ کر دھاڑی: تمھیں کوئی فکر نہیں، سب لوگ بے چین ہیں؟ مگر وہ پھر بھی خاموش بیٹھا رہا۔ بیوی پھر چیخی مگر وہ خاموش رہا۔ جب بیوی پھر اس کے سر کو آئی تو خلاف توقع وہ اٹھ کھڑا ہوا، اور اس نے اپنی جیب سے چاقو نکال کر بیوی کے گلے پر رکھ دیا اور کہا: خاموش ہوتی ہو کہ نہیں، ورنہ میں تمھاری گردن اتار دوں گا۔ مگر بیوی پھر بھی بولتی رہی اور اس کو برا بھلا کہتی رہی۔ اس نے بیوی سے کہا: تمھیں چاقو سے ڈر نہیں لگتا؟ بیوی نے کہا: نہیں۔ خاوند نے پوچھا: مگر کیوں نہیں؟ بیوی نے کہا: اس لیے کہ چاقو تمھارے ہاتھ میں ہے۔ ایک بدمزاج اور منہ پھٹ بیوی کو اپنے خاوند کی محبت اور پیار پر اتنا مان ہے کہ اس کو یقین ہے کہ اس کے ہاتھ سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ افسوس! بندے کو اپنے خالق پر اتنا بھی اعتماد نہیں جتنا اس بیوی کو اپنے خاوند پر ہے۔ بندہ تھوڑی سی تکلیف اور آزمائش آنے پر ہی چلا اٹھتا ہے جبکہ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا مالک اور خالق اس سے پیار کرتا ہے۔ وہ بھلا اپنی تخلیق کو کیوں ضائع کرے گا؟ تکلیف، بیماری، مشکل وقت یا آزمائش بھیجتا ہے تو یہ اس کے پیار کے خلاف نہیں بلکہ اس کی حکمت کا حصہ ہے جس تک ہماری نظر نہیں جاتی۔



صاحب نے شیخ السدیس کو شیلڈ پیش کی۔ پھر انہوں نے شیخ ساجد میر صاحب کو شیلڈ پیش کی۔ مجلس امناء کے تمام شرکاء کو شیلڈ پیش کی گئی۔ راقم کی زندگی کا بڑا خوبصورت لمحہ تھا جب مجھے بھی شیخ ساجد میر صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن السدیس صاحب کے ہاتھوں اعزازی شیلڈ سے نوازا گیا۔ میں نے بھی شیخ السدیس کو اپنی نئی کتاب ''میرے سنہرے سفرنامے'' پیش کی۔ پاکستانی سفارت خانہ کی نمائندگی ٹریڈمنسٹر جناب حجاب گل نے کی۔ انھوں نے بھی اپنی کتاب شیخ السدیس کو پیش کی۔ یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا شیخ محمد شریف چنگوانی صاحب اور شیخ شعیب احمد میر پوری' حافظ عبدالکریم صاحب کے بھتیجے حافظ حسین مکی کو بھی اعزازی شیلڈ سے نوازا گیا۔اب نماز عصر کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ اسی دوران ایک ٹیم نے جلدی جلدی کھانا لگانا شروع کر دیا۔ وہی عربوں کا روایتی انداز، بڑے بڑے تھال جن میں چاول تھے اوران پر گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے رکھے تھے۔ مہمان بیٹھتے چلے گئے۔ بلاشبہ یہ بھی میری زندگی کا ایک سنہرا دن تھا کہ اس مرتبہ مجھے بھی اسی تھال پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا اعزاز ملا جس پر شیخ السدیس، امیر محترم اور دیگر اکابرین بیٹھے تھے۔ عربوں کی عادت ہے کہ میزبان گوشت کے ٹکڑے اپنے ہاتھ سے مہمانوں کے سامنے رکھتا چلا جاتا ہے تاکہ وہ زیادہ کھائے۔ اس عمل کو میزبان اور مہمان دونوں اپنے لیے باعث عزت و اکرام سمجھتے ہیں۔ آج کے مہمان خصوصی تو امیر محترم تھے۔ لہٰذا پہلے ان کو اعزاز ملا کہ شیخ السدیس نے گوشت کے ٹکڑے اپنے ہاتھوں سے ان کے سامنے رکھے۔ یہ اعزاز مجھے بھی حاصل ہوا کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے گوشت کا ٹکڑا میرے سامنے رکھا۔ میں نے کھانے کے بعد شیخ السدیس سے عرض کیا:

یہ میری زندگی کا بہت اہم واقعہ ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ہے اور آپ نے مجھے اپنے ہاتھوں سے گوشت پیش کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری اولاد' میرے پوتے اور ان کے بعد کی نسلیں اس پر فخر کریں گی۔ پھر میں نے دیکھا کہ عصر حاضر کی سب سے عظیم شخصیت کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ فرمانے لگے: عبدالمالک! ایسا نہ کہو، تم تو بھائی ہو، ہم سب آپس میں بھائی ہیں۔

میری ذاتی رائے میں موجودہ دور میں روئے زمین پر مسلمانوں میں شیخ عبدالرحمٰن السدیس جیسی مقبول شخصیت کوئی اور نہیں۔ سبحان اللہ! تلاوت، دعا اور گفتگو میں ان کی آواز دلوں پر دستک دیتی ہے۔ انھیں جو مقام و مرتبہ ملا ہے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ جتنا ان کا مقام اونچا ہے اتنی ہی ان کے اندر تواضع نظر آتی ہے۔ وہ اکثر مسکراتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ دوران گفتگو بات سے بات نکالتے ہیں۔ لطیف ادبی اور مزاحیہ جملے بولتے ہیں مسکراتے ہیں اور اپنے مخاطبین کو بھی ہنساتے ہیں۔ بے حد خلیق اور مہمان نواز ہیں۔ لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ نہایت زیرک اور سمجھدار انسان ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہ بے حد رقیق القلب ہیں۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ذرا سی بات ہوتی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے ہیں۔ پیغام ٹی وی کی قیادت کو بلاشبہ یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ انھوں نے نہایت حسن تدبیر سے انھیں اپنا چیئرمین منتخب کیا ہے، حالانکہ وہ نہایت ہی مصروف شخصیت ہیں۔ اپنی ان گوناگوں مصروفیات کے باوجود انھوں نے اپنی تقریر کے دوران بارہا فرمایا:

''پیغام'' کے لیے میرے سارے وسائل حاضر ہیں اور میں اس کے لیے ہر قسم کی خدمت سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ انھوں نے پیغام ٹی وی کے اجراء پر شیخ ساجد میر صاحب اور حافظ عبدالکریم صاحب کو بے حد خراج تحسین پیش کیا۔

قارئین کرام! مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ایک بار پھر ذکر ان لذت بھرے لمحات کا جو مجھے نصیب ہوئے کہ مغرب کی نماز شیخ عبدالرحمٰن السدیس حفظہ اللہ کی امامت میں ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہی پیاری کھنکتی ہوئی' دلوں میں اتر جانے والی آواز، ان کی آواز سنی تو میرے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ عجیب سی بشاشت اور لذت کا احساس ہوا۔ یہ وہی عظیم شخصیت ہے جن کے پاس میں تھوڑی دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا، ان سے باتیں کر رہا تھا اور ان کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا؟ اب ان کی امامت میں بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ہاں قارئین کرام! اسے کہتے ہیں: ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَآءُ.

یہ پھول ہم نے خیرات میں نہیں پائے

مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ

14 اگست 1947ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ یہ یونہی وجود میں نہیں آیا۔ اس کے لیے اہل اسلام نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اقبال نے 1930ء میں خطبہ الٰہ آباد میں اس کا تصور پیش کیا، محمد علی جناح نے تحریک چلائی اور مسلمانوں نے من حیث القوم ان کی آواز پر لبیک کہی۔ یہ اپنے ملی اتحاد، اخلاص اور اخلاق کی بدولت کانگرس اور کانگرس نواز نظریات کی بھرپور مخالفت کے باوجود اپنا گوہر مقصود پانے میں کامیاب ہوگئے۔ کسی نے سچ کہا۔

یہ پھول ہم نے خیرات میں نہیں پائے ہیں
خون جگر دیا تو بہار آئی ہے!

23 مارچ 1940ء کو بادشاہی مسجد کے جلو میں منٹو پارک میں ایک تاریخ ساز اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں ہر مکتب فکر کے قائدین موجود تھے۔ دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ سب جماعتوں کے علماء تشریف فرما تھے۔ قرارداد شیر بنگال مولوی فضل الحق وزیر اعلیٰ بنگال نے پیش کی تھی۔ اس میں صاف الفاظ میں الگ اسلامی ریاست کا مطالبہ کیا تھا۔ جس پر گاندھی نے کہا: گاؤ ماتا کے دو ٹکڑے نہیں ہوسکتے۔ یعنی ہندوستان کے دو حصے نہیں ہوسکتے۔ نہرو نے کہا: یہ مجذوب کی بڑ ہے۔ سردار پٹیل نے کہا: یہ دیوانے کا خواب ہے۔ تارا سنگھ بولے: الگ سنگھ جیسی بات کہی اور کہا کہ اس تجویز پر عمل کرنے سے اقلیتوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوجائے گی۔

لارڈ ویول نے کہا: ہندوستان ایک قدرتی وحدت ہے۔ کوئی شخص (اس کے قدرتی جغرافیہ کو) تبدیل نہیں کرسکتا۔ لارڈ لنلتھگیو نے اس سے بھی الگ بات اُگلی کہ اگر ایسا ہوگیا تو بین الاقوامی معاملات میں ایک کی بجائے دو آوازیں غیر موثر ہوں گی۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔

لیکن جس قدر شدت کے ساتھ پاکستان کی مخالفت ہوئی۔ اس سے بڑھ کر شدت کے ساتھ اس کا مطالبہ ہوا۔ اور گلی کوچوں میں یہ آواز گونجنے لگی:

لے کے رہیں گے پاکستان
بن کے رہے گا پاکستان

قیام پاکستان کا اعلان ہوتے ہی ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے اپنے علاقوں میں مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کردیا۔ اور ان کا قتل عام شروع کردیا۔ اور وہ دلدوز مناظر دیکھنے میں آئے کہ جن کا تصور بھی مشکل ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے وطن عزیز کی قدر کریں۔ الگ وطن بنانے کے مقصد کو پیش نظر رکھیں۔ مقصد ہر ایک پر عیاں ہے۔ بچے بچے کی زبان پر تھا:

پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الا اللہ!

ہمیں چاہیے کہ ہم اس کلمہ طیبہ کی لاج رکھیں۔ جہاں تک ہوسکے اسلام کا بول بالا قائم کریں۔ اور اپنے پاک وطن سے ہر برائی اور گمراہی ختم کرکے اسے صحیح معنی میں پاکستان (پاک سرزمین) بنادیں۔ بصورت دیگر یاد رکھیے پھر ہمارا شمار مجرمین کی صف میں ہوگا کہ ہم نے رب سے کیا گیا وعدہ فراموش کردیا اور علامہ اقبال، محمد علی جناح اور دیگر قائدین و دانشوران کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ اور ہزاروں لاکھوں شہیدانِ وطن سے غداری کی۔

عزیزانِ وطن! آیئے اپنے اس عظیم اور قیمتی خطے کی حفاظت کیجیے اور یکجا ہوکر اس ملک کو خطرات سے بچایئے۔ کیونکہ آنے والے دن جانے والے دنوں کی طرح مخدوش نظر آرہے ہیں۔ اس کے نام لیوا ہی اس کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑے ہوئے ہیں۔

ملالہ

پر نوازشیں ... آخر کیوں؟



محمد نعمان فاروقی
ریسرچ فیلو دارالسلام

1977ء میں مصر میں ''مروہ'' پیدا ہوئی۔ وہیں پرورش پائی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ڈاکٹریٹ کی اور ڈاکٹر مروہ شربینی کے نام سے معروف ہوئی۔ اس کی شادی بھی ہوگئی۔ اللہ نے اسے ایک بیٹے سے نوازا۔ اُن دنوں وہ جرمنی میں مقیم تھی۔ جرمنی میں حجاب پر پابندی لگی۔ 7 جولائی 2009ء کو حجاب اوڑھنے کے ''جرم'' میں اسے عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ پیشی کے دوران ہی ایک روسی نژاد نسل پرست نے ڈاکٹر مروہ شربینی کو خنجر کے اٹھارہ وار کرکے شہید کردیا۔ اسی دوران ڈاکٹر مروہ کا خاوند بچانے کے لیے آگے بڑھا مگر جرمن پولیس نے اسے گولی ماردی۔ ڈاکٹر مروہ کا تین سالہ بیٹا اپنے والدین کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہا تھا۔ جرمن پولیس نے اسے ایک عام واقعہ قرار دیا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ 32 سالہ خاتون کے ساتھ یہ سلوک ہوا مگر اقوام متحدہ میں اس کا عالمی دن منانے کی کوئی بات ہوئی نہ اس کے لیے کسی قسم کے جذبات کا اظہار ہوا۔

1972ء میں کراچی میں عافیہ صدیقی پیدا ہوئی۔ اس نے بھی تعلیمی مراحل طے کیے اور ڈاکٹر بننے کے ساتھ ساتھ سائنسدان بھی بنی۔ امریکہ نواز (ر) جنرل پرویز مشرف کے دور میں 30 مارچ 2003ء کو اپنے تین بچوں سمیت اغوا کرلی گئیں۔ افغانستان کے کوہساروں میں اس کی چیخیں سنی جاتی رہیں۔ یہ خبر منظر عام پر آئی تو اسے امریکہ منتقل کردیا گیا اور پھر 23 ستمبر 2010ء کو نیویارک کی ایک عدالت نے اسے 86 سالہ قید کی سزا سنائی۔ اس پر اقوام متحدہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ نہ کوئی ہمدردی کے جذبات اور نہ کوئی دن منانے کی بات!!

2007ء میں پاکستان کے دارالحکومت میں ایک آمر نے جامعہ حفصہ کی جیتی جاگتی سیکڑوں طالبات کو فاسفورس بموں سے بھون دیا مگر اقوام متحدہ خاموش تماشائی بنی رہی۔

مگر 9 اکتوبر 2012ء کو نامعلوم دہشت گردوں کے ہاتھوں زخمی ہونے والی ملالہ یوسف زئی کی اس قدر عزت افزائی کی گئی کہ اسے اقوام متحدہ کی یوتھ اسمبلی میں خطاب کا موقع دیا گیا اور 12 جولائی کو عالمی یومِ ملالہ قرار دیا گیا۔ یہ بات تو خوش آئند ہے کہ ایک مسلمان لڑکی، وہ بھی پاکستانی، اور اسے اتنے بڑے دنیوی اعزاز سے نوازا گیا مگر جذبات سے ہٹ کر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ نوازشیں کیوں کر ہوئیں؟

یہ تو مغرب کی عادت ہے کہ مسلم معاشرے کا کوئی بھی فرد، خواہ مرد ہو یا عورت، جب وہ اسلامی تعلیمات، دین اور مسلمانوں کے خلاف



کوئی سرگرمی دکھائے، کوئی بیان دے اور کسی قسم کے جذبات کا اظہار کرے یا تہذیب اسلامی کی مخالفت یا حقارت کرے اور انھی کی زبان بولے، ایسا مسلمان ان کی آنکھوں کا تارا بن جاتا ہے یا کم از کم ایسے افراد کو تحفظ فراہم کرنا مغرب اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین اس کی واضح مثالیں ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی اپنے معنی خیز شعروں میں مغرب کی اس روش کو واضح کیا ہے ؎

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار
یہ پیرِ کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے
بجلی کے چراغوں سے منور کیے افکار

عالم کفر کی آج کی نہیں قدیم تاریخ کا مطالعہ بھی ہمیں یہی بتاتا ہے کہ جو لوگ ان کے کام آتے رہیں، ان کی زبان بولیں، ان کے افکار کا پرچار کریں اور تہذیب نبوی کی بجائے تہذیب نوی کا دم بھریں، ایسے افراد کو وہ ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں انھیں اپنا دست و بازو بنا لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: ''ان لوگوں (کفار) نے اس کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ آپ کو فتنے میں ڈال کر اس وحی سے پھیر ڈالیں جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے تاکہ آپ ہمارے نام پر اپنی طرف سے کوئی بات گھڑیں۔ اگر آپ ایسا کرتے، تب وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔'' (بنی اسرآءیل 73:17)

یہ تو عمومی کفار کی حالت ہے۔ اب اہل کتاب کے متعلق بھی جانیے، ارشاد الٰہی ہے:

''آپ سے یہود و نصاریٰ کبھی بھی خوش نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔'' (البقرۃ 120:2) قرآن مجید کی اس ابدی حقیقت کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جیسے عظیم پیغمبر اور ہادیٔ برحق اور اعلیٰ اخلاق کے مالک پیغمبر سے عہد نبوی سے لے کر موجودہ دور کے اہل کتاب راضی نہیں ہوئے تو وہ آپ ﷺ کے امتیوں سے کیونکر ان کا دین اختیار کرنے کی شرط کے بغیر راضی رہ سکتے ہیں!!

آپ کہیں گے ملالہ نے ایسی کون سی بات کی ہے یا کون سا ان کا دین اختیار کیا ہے؟ وہ تو سکول جاتی تھی۔ طالبان اسے اور اس جیسی دیگر طالبات کو روکتے تھے اور بالآخر اس کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ یہ تو ایک علیحدہ موضوع ہے کہ طالبان کون ہیں، کس کی کوکھ سے انھوں نے جنم لیا اور ایسی کارروائیاں کرنے والے طالبان ہیں یا کوئی اور۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ شمالی علاقہ جات کے سکول فوج کے اڈے بننے کی وجہ سے تعلیم دینے سے محروم رہے یا طالبان کے حملوں سے؟ اور طالبان سکولوں پر حملہ طالب علموں یا طالبات کی موجودگی میں کرتے تھے یا فوج کی موجودگی میں؟ بہرحال ہم اسی سوال کی طرف آتے ہیں کہ ملالہ نے ایسی کون سی بات کی ہے کہ اس پر آیات فٹ کر دی گئیں!!

ملالہ نے 12 جولائی کو اقوام متحدہ میں جو خطاب کیا ہم اسی کو لیتے ہیں۔ یہاں ہم تقریر کے مختلف اقتباس اور ان کے ساتھ ہی تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

ملالہ نے اپنے خطاب کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کے بعد اس بات کا اظہار کیا کہ اس کی سالگرہ کا دن صرف اس کے لیے نہیں بلکہ ہر اس عورت، لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے ہے جنھوں نے اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائی ہے۔

خطاب کے ابتدائی الفاظ ہی حقوقِ نسواں کے متعلق مغرب کے جھوٹے نعرے کے آئینہ دار ہیں۔ یہ وہ نعرہ ہے جس کے فریب میں آ کر اسلام کی بیٹیاں نسوانیت ہی کھو بیٹھی ہیں۔ اس نعرے کو پاکستان میں جن جن خواتین نے بلند کیا ان میں سے کئی ایک ایسی ہیں کہ ان کا نام لکھنے سے بھی قلم شرماتا ہے۔

عورتوں کے حقوق کے متعلق یہ آواز بظاہر اچھی لگتی ہے مگر اس کے پس پردہ عورتوں پر اسلام کی عائد کردہ پابندیوں سے چھٹکارا دلانا مقصود ہوتا ہے۔ اور انھیں یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ اسلام نے یا کم از کم مسلمانوں نے تمھارے حقوق غصب کیے ہوئے ہیں۔ آزادی تمھارا حق ہے۔ تم جو چاہو کرو، تم انسان نہیں ہو؟ عورتوں کے حقوق کی فہرست کو دیکھیں تو اس میں اسلام کے قانون وراثت پر تنقید کی جاتی ہے کہ اس کے تحت عورت کو آدھا حصہ کیوں ملتا ہے، اسے مرد کے ماتحت کیوں رہنا پڑتا ہے؟ اس کی گواہی آدھی کیوں ہے؟ طلاق دینے کا حق مرد ہی کو کیوں ہے؟ عورت کو پردے اور چاردیواری میں رہنے کا حکم کیوں دیا جاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ



بہرحال یہ نعرہ مغرب کی طرف سے بلند ہوا اور اس کی بازگشت مسلم معاشروں میں گاہے گاہے الفاظ اور انداز بدل کر سنائی دیتی رہتی ہے۔

حملہ آوروں کو معاف کرنے کی بابت ملالہ کہتی ہے کہ مجھے یہ تعلیمات نبی کریم ﷺ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور گوتم بدھ سے ملی ہیں۔ حملہ آوروں کو معاف کرنا ایک اچھی روایت ہے مگر اس قسم کے اظہار خیال سے مغرب کے ایک اور بے بنیاد بلکہ اسلام سے متصادم نعرے کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہے: ''بین المذاہب ہم آہنگی'' نبی ﷺ کے دور میں بھی بین المذاہب ہم آہنگی کی کوششیں کی جاتی رہیں۔ قرآن مجید گواہی دیتا ہے: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''ان کی خواہش ہے کہ کچھ آپ نرمی دکھائیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔'' اللہ نے ان کے جھوٹے نعرے سے بچنے کے لیے پیغمبر ﷺ سے فرمایا: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''آپ بہت قسمیں اٹھانے والے حقیر شخص کی بات کبھی نہ مانیں۔'' (القلم 10,9:68)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معافی کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بڑی واضح ہیں، ان کے ساتھ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی معنویت سے خالی نہیں اور مستزاد برآں گوتم بدھ کی تعلیمات کا حوالہ تو مذکورہ جھوٹے نعرے سے ہم آہنگی کا بین ثبوت ہے۔ عین اس موقع پر گوتم بدھ کا اس انداز میں ذکر کہ جب بدھ مذہب کے پیروکار میانمار (برما) میں مسلمانوں پر سخت مظالم ڈھا رہے ہیں، ملالہ کے یہ الفاظ ان کے زخم تازہ کر گئے ہوں گے۔

(Change تبدیلی) کے لفظ کو بھی ملالہ نے استعمال کیا۔ یہ نعرہ بھی مغربی ٹکسال میں ڈھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ پاکستانی میڈیا کی طرح امریکہ اور یورپ کے میڈیا نے (تبدیلی کے دعویدار) عمران خان کے غبارے میں خوب ہوا بھری ہوئی تھی۔ میری رائے غلط ہوسکتی ہے مگر پاکستان کے لوگوں نے دیکھا کہ پاکستان میں تبدیلی اور چینج لانے کی کوششیں کن لوگوں نے کیں اور الیکشن کے دنوں میں شوکت خانم ہسپتال لاہور میں کس قسم کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تبدیلی کے نعرے لگاتے رہے۔

تبدیلی کا یہ نعرہ بھی دراصل امپورٹڈ ہے جو اب اہل پاکستان کو مختلف جہات سے سنایا جاتا رہے گا۔ کہیں طبلے اور سارنگی کے ساتھ اور کہیں دوشیزاؤں کو شرٹیں پہنا کر۔ ہاں! تبدیلی ضرور آئے گی اور وہ یہ کہ اب کے ملالہ نے سر پر چادر اوڑھ کر خطاب کیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد ملالہ آپ کو کسی اور شکل میں نظر آئے گی۔

ملالہ نے اپنی تقریر میں یکسانیت یا برابری کا ذکر بھی کیا۔ یہ بھی اسلام پر ایک کھلی تنقید ہے جو مغرب کی طرف سے مسلسل کی جاتی رہی ہے کہ عورت اور مرد برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں، حالانکہ ان میں فرق ہے اور قرآن مجید نے اس کا واضح اظہار کیا ہے۔ ہاں کوئی عورت اپنے کردار اور تقوے کی وجہ سے اللہ کے ہاں اعلیٰ مقام حاصل کرلے تو یہ اس کی سعادت ہے۔

ملالہ کا کہنا تھا کہ نوجوان لڑکیوں کو گھریلو کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور انھیں مجبور کرکے ان کی جلدی شادی کردی جاتی ہے یہ الگ بات ہے کہ برطانیہ کی رہائش گاہ پر ملالہ خود بھی مہمانوں کی خدمت میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ دراصل اس ذومعنی جملے سے مسلمانوں کے خاندانی نظام پر تنقید کی گئی ہے کہ لڑکیوں کو صرف تعلیم دی جائے، ان کی تربیت اور سلیقہ شعاری کی طرف توجہ نہ دی جائے اور مغرب کی طرح مشرق کا خاندانی نظام بھی بری طرح بگڑ جائے۔ اور یہ سب کسی 16 سالہ لڑکی کے ذہن کی اختراع نہیں بلکہ اس سے یہ سب باتیں کہلوائی گئی ہیں۔

ملالہ نے اس بات کا ذکر تو کیا کہ طالبان تعلیم حاصل کرنے نہیں دیتے، کتابیں اور قلم چھین لیتے ہیں مگر ان ڈرون حملوں کا ذکر نہیں کیا جو معصوم بچوں، نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں سے زندگی چھین لیتے ہیں۔ ڈرون حملے اس وقت پاکستان کا اہم ترین ایشو ہیں اور طالبان سے مذاکرات کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ حکومت اور اپوزیشن اس کے خاتمے کی کوشش کررہے ہیں مگر اس قدر اہم ایشو کا اظہار اقوام متحدہ کے فورم پر نہ کرنا حب الوطنی کے دائرے میں نہیں آتا۔

باقی رہا ہر بچے کو تعلیم سے آراستہ کرنا۔ اقوام متحدہ کا یہ ''گراں قدر منصوبہ'' ہے مگر یہاں بھی کئی پہلو کھٹکتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان میں جب بھی کوئی تعلیمی منصوبہ بیرونی امداد کے دوش پر سوار ہوکر آیا ہے وہ اپنے ساتھ بہت سی تبدیلیاں لایا ہے جو قطعاً مسلم معاشرے کے حق میں نہیں۔ اور اگر اقوام متحدہ والے تعلیم ہی



کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں تو مدارس دینیہ بھی تو علم کے گہوارے ہیں۔ ان کے ساتھ تعاون کیوں نہیں؟ جبکہ مسلمانوں کے ہاں سب سے اعلیٰ تعلیم قرآن وسنت کی تعلیم ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس کے لیے ملالہ ڈے ہی کو کیوں منتخب کیا گیا۔ کتنے ایسے نوجوان اور بچے ہیں جو انتہائی مشکل ترین حالات میں اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے ہیں یا والدین انتہائی مجبوری کے عالم میں اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کررہے ہیں۔ ان میں سے کسی کے نام کا دن کیوں نہیں منایا گیا؟

اس اقوام متحدہ سے ہمیں خیر کی توقع بھی نہیں جس کے ہاں مسلمانوں کے حق میں شاید ہی کوئی فیصلہ ہوا ہو۔ اگر ہوا بھی یا امداد ملی بھی تو وہ بھی مشروط بلکہ مسلمانوں کے خون کے عوض، اور اگر کوئی فیصلہ ہوا بھی جیسا کہ کشمیر میں رائے شماری کی قرارداد یں، تو مسلمانوں کے حق میں ہونے کی وجہ سے اس پر اقوام متحدہ آج تک عمل نہیں کرا سکی۔

برما میں مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے، غزہ میں مسلمانوں سے ناروا سلوک ہورہا ہے، شام جل رہا ہے، پیغمبر انسانیت کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے اور پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بنا رہا مگر اقوام متحدہ نے کوئی ایسا قانون وضع نہ کیا مگر اب یکدم سے مسلمان بچوں، لڑکیوں اور عورتوں کی ہمدردی یاد آگئی ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

بالکل ملالہ کی طرح ثانیہ مرزا کو بھی مغربی میڈیا نے 2006ء میں بہت اچھالا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شارٹ لباس میں ٹینس کھیلنے پر بھارت کے مسلمانوں نے اس پر کھل کے تنقید کی تھی مگر اس نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور مغربی میڈیا اس کی طرف بھرپور متوجہ ہوگیا اور ثانیہ مرزا کے حق میں زبردست مہم چلائی۔ ثانیہ مرزا پر تنقید کرنے والوں کو رجعت پسند اور جدید ترقی کا دشمن قرار دیا گیا۔ ومبلڈن کی گراؤنڈ میں وہ خاص کارکردگی نہ دکھا سکی۔ اس کی شکست پر برطانوی اخبار ''گارڈین'' نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا: ''بلاشبہ وہ ومبلڈن کی گراؤنڈ میں شکست کھا گئی مگر ساؤتھ ایشیا کے تہذیبی میدان میں اس نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیے ہیں۔ اس نے اپنے سماج کی پرانی فرسودہ روایات کو توڑ کر نئی نسل کے لیے آگے بڑھنے کی نئی راہیں ہموار کردی ہیں۔''

مغرب کی اسی روش پر چلتے ہوئے 2010ء میں ثانیہ مرزا کی شادی کے موقع پر پاکستانی میڈیا نے اسے جو کوریج دی وہ کسی بھی پاکستانی سے پوشیدہ نہیں۔ پھر بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین ہے جس نے ''لجہ'' نامی ناول لکھ کر شرعی قوانین کا مذاق اڑانے کی مذموم کوشش کی۔ اُسے سویڈن نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ ملحد عورت اب بھارت میں پناہ گزیں ہے۔ ایسے واقعات یہ بتانے کو کافی ہیں کہ مغرب اسلام کی بیٹیوں کو کب اور کیوں اہمیت دیتا ہے۔

ملاحظہ کیجیے! ایک اداکارہ میڈونا نے اپنی برہنہ کمر پر ملالہ کا نام لکھوایا۔ اسی طرح ملالہ کو انڈیکس نامی تنظیم نے آزادیٔ اظہار کا اعزاز بھی دیا ہے۔ اس تنظیم کے متعلق زیادہ تو نہیں بس اتنا عرض ہے کہ سالانہ چار انعامات میں سے اس دفعہ ایک انعام جنوبی افریقہ کی ایک ایسی فوٹو گرافر کو دیا گیا جس نے سیاہ فام ہم جنس پرست خواتین کی تصاویر بنائی ہیں۔ اسی طرح بھارتی ہدایت کار امجد خان نے ملالہ پر فلم بنانے کا اعلان بھی کیا ہے۔ یاد رہے یہ امجد خان پہلے بھی ایک متنازعہ فلم ''لے گیا صدام'' بنا کر اپنے خلاف فتوے لگوا چکا ہے۔ اسی طرح ملالہ نے کرسٹینا نامی متنازعہ خاتون سے مل کر آپ بیتی لکھنے کا معاہدہ بھی کررکھا ہے۔ پاکستانی صحافی سلیم صافی نے جب ملالہ کے والد ضیاء الدین سے کرسٹینا کے متنازعہ ہونے کی حیثیت کو واضح کیا تو اس کے والد کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں تھا کہ اب تو معاہدہ ہو چکا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ ملالہ کے اس اقدام سے کون سا طبقہ کیوں خوش ہے؟

اسلامی ممالک میں بھی بڑے بڑے روشن خیال اور شخصیات ہیں مگر کسی نے انھیں ایسے اعزاز سے نہیں نوازا جیسے اعزاز سے اقوام متحدہ نے نوازا یا مذکورہ طبقے کے لوگوں نے سراہا۔ آخر کیوں؟؟

راقم کو اس بات کا ادراک ہے کہ یہ تحریر شاید ملالہ تک نہ پہنچ پائے اور پہنچے بھی تو وہ اس سے کوئی اثر لے یا نہ لے مگر ممکن ہے اسلام کی ان بیٹیوں کے لیے کچھ سوچ کر فیصلہ کرنے کا باعث بن جائے جو ملالہ کا یہ ظاہری اعزاز و اکرام دیکھ کر ملالہ بننے کی کوشش کریں گی۔



مسلمان خواتین عید کی خوشیاں کیسے منائیں؟

قاری طارق جاوید عارفی، ریسرچ فیلو دارالسلام

ہر قوم نے قومی سطح پر خوشی منانے کے لیے کچھ ایام مخصوص کر رکھے ہیں جن میں وہ اچھا پہنتے، اچھا کھاتے اور دلچسپ مشاغل میں مصروف ہوکر اپنی خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ نے بھی اپنی امت کو خوشی منانے کے دو تہوار دیے ہیں۔ وہ تہوار ہیں عیدالفطر اور عیدالاضحی۔ ان کے سوا بقیہ تمام غیر اسلامی تہواروں سے منع فرمادیا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ ایامِ عید میں اہل اسلام خوشی کا اظہار کریں۔ کھانے پینے، اچھا لباس زیب تن کرنے اور کھیل کود کرنے کے لحاظ سے آپ ﷺ نے ان ایام کو کھانے پینے کے دن قرار دیا ہے اور ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمادیا ہے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرما کر عید کی خوشیوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا ہے کیونکہ کھانے پینے سے طاقت ملتی ہے اور طبیعت ہشاش بشاش رہتی ہے۔ ظاہر ہے جب جسم میں توانائی موجود ہو اور طبیعت میں نشاط ہو تو خوشی کے موقع کو بہتر انداز سے منایا جاسکتا ہے۔

اسلام نے جس طرح انسانوں کی زندگی کے دیگر شعبوں سے جاہلی تصورات نکال کر ان کی جگہ اسلام کے پاکیزہ تصورات کو راسخ کیا، اسی طرح مسلمانوں کے لیے خوشی کے جو دن مقرر فرمائے گئے، ان کا براہِ راست تعلق حکمِ الٰہی سے ہے۔ لہٰذا خوشی کا یہ تہوار مناتے وقت مسلمان احکامِ الٰہی پیش نظر رکھتے ہیں۔ مسلمان خواتین خوشی کے یہ لمحات کیسے گزاریں؟ اس حوالے سے چند گزارشات پیش خدمت ہیں:

عید کا چاند دیکھتے ہی چاند دیکھنے کی دعا پڑھیں اور تکبیرات کا وِرد شروع کردیں۔ نماز فجر کے بعد عید کی تیاری شروع کردیں۔ عید کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ غسل سے فراغت کے بعد کچھ کھا پی لیں۔ نبی کریم ﷺ طاق عدد میں کھجوریں کھایا کرتے تھے۔ (صحيح البخاري: 953، و مسند أحمد: 126/3)

اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو نیا لباس زیب تن کریں وگرنہ پرانے لباس کو دھوکر زیب تن کریں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بہترین لباس کا انتخاب کریں لیکن ایک بات کا خیال ضرور رکھیں کہ آپ کا لباس آپ کے تن کو ڈھانپنے اور غیروں کی مسموم نگاہوں سے محفوظ رکھنے کی بجائے آپ کے جسمانی نشیب و فراز نمایاں کرنے اور غیر محرموں کو آپ کی طرف راغب کرنے کا باعث نہ بن جائے۔ اگر آپ کا لباس ایسا ہے تو سمجھ لیجیے کہ آپ کا شمار جہنم میں جانے والی اس قسم سے ہے جسے نبی کریم ﷺ نے نہیں دیکھا۔ (صحيح مسلم: 2128) لہٰذا ایسے لباس کا انتخاب کیجیے جو آپ کی عزت و عصمت کا محافظ ثابت ہو اور غیر محرموں کو آپ کی طرف متوجہ کرنے کا باعث نہ ہو۔ لباس اس قدر چست نہ ہو کہ آپ کے جسم کی جلد، اس کی رنگت یا ساخت کی جھلک نظر آئے۔ ایسا دبیز نہ ہو یا ایسی بنائی والا نہ ہو کہ موٹا ہونے یا کھلے سینے کے باوجود وہ جسم سے چپک کر اس کی ہیئت نمایاں کردے۔ نیز لباس سے فخر و ریا کا اظہار مقصود نہ ہو۔

دور حاضر میں نئے پرنٹ، نئے نئے سلائی



کے انداز، بدلتے ہوئے فیشن، ہر تقریب پر نئے کپڑے سلوانے کا مقصد کیا ہے؟ اپنی نیت کا خود جائزہ لیں۔ آپ کا لباس مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔ یہ بات صرف بڑی عورتوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بچیاں بھی اس میں شامل ہیں۔ آج کل بچیوں کو پینٹ، پاجامہ، جینز یا لڑکوں کے دیگر لباس پہنانا عام بات ہے۔ یہ انتہائی غلط کام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔'' (صحيح البخاري: 5885)

عید کی نماز باہر کھلے میدان میں جا کر پڑھنا سنت ہے۔ اس لیے باہر نکلنے سے پہلے برقعے یا کسی بڑی چادر سے اچھی طرح پردہ کریں۔ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عورتوں کو (نمازِ عید کے لیے) باہر نکالیں۔ دوشیزہ، حائضہ اور پردہ نشیں سبھی کو۔ لیکن حائضہ نماز سے دور رہیں۔ وہ خیر و برکت اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں۔ میں (ام عطیہ رضی اللہ عنہا) نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی (مسلمان) بہن اس کو اپنی چادر دے دے۔'' (صحيح مسلم: 890)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت کی تمام خواتین اپنے چہروں سمیت پورے جسم کا پردہ کرتی تھیں۔ اور یہ بھی کہ کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر پردے کے گھر سے نکلے کیونکہ اگر پردے کے بغیر گھر سے نکلنا جائز ہوتا تو آپ ﷺ کم از کم ان خواتین کو ضرور اجازت دے دیتے جن کے پاس پردہ کرنے کے لیے چادر نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''اس کی بہن اسے اپنی چادر دے دے۔'' اس بات کی دلیل ہے کہ پردے کے بغیر عورت کا گھر سے نکلنا حرام ہے۔

اب آپ نے عید کے لیے باہر نکلنا ہے۔ لیکن باہر نکلنے سے پہلے ان شرائط کی پابندی ضرور کریں جو شریعت اسلامیہ نے اس حوالے سے خواتین اسلام پر عائد کی ہیں۔

✵ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور انھیں غیر محرموں کی طرف اٹھنے سے ہر صورت بچائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے (ازخود) ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔'' (النور 31:24)

✵ راستے میں چلتے ہوئے ایک طرف ہٹ کر چلیں تاکہ مردوں سے اختلاط نہ ہو۔ سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، جبکہ آپ مسجد سے نکل رہے تھے اور مرد عورتوں کے ساتھ درمیان رستے میں گھس کر چل رہے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: ''پیچھے پیچھے رہو۔ تمھیں مناسب نہیں ہے کہ راستے کے عین درمیان میں چلو۔ بلکہ راستے (اور گلی) کے اطراف میں چلا کرو۔'' چنانچہ (تب سے) عورت دیوار کے ساتھ لگ کر چلا کرتی تھی حتی کہ اس کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا تھا کیونکہ وہ دیوار کے ساتھ لگ کر چلتی تھی۔'' (سنن أبي داود: 5272)

✵ ایسی خوشبو دار چیز (صابن، میک اپ، کاسمیٹکس اور پرفیوم وغیرہ) استعمال نہ کریں جس کی خوشبو دوسروں تک پہنچے۔ اس بارے میں رسول کریم ﷺ نے بڑی سخت وعید فرمائی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو راستے میں ایک عورت ملی جس نے خوشبو لگا رکھی تھی اور وہ مسجد کی طرف جا رہی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سے فرمانے لگے: جبار کی بندی کہاں جا رہی ہو؟ اس نے کہا: مسجد میں۔ پوچھا: خوشبو اسی لیے لگا رکھی ہے؟ کہا: جی ہاں۔ تب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف چلے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک غسل نہ کر لے۔'' (سنن ابن ماجه: 4002)

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی عورت خوشبو لگا کر کسی قوم کے پاس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ہے ایسی ہے، یعنی بدکارہ ہے۔'' (جامع الترمذي: 2786، وسنن النسائي: 5129)

✵ ایسا جوتا، زیور یا کپڑے پہن کر باہر نہ نکلیں جن سے آواز آتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾ ''اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں تاکہ ان کی وہ زینت ظاہر ہو جائے جسے وہ چھپاتی ہیں۔'' (النور 31:24)

✵ عید کے لیے جاتے ہوئے تکبیرات پڑھتی جائیں لیکن آواز کو پست رکھیں۔ عام طور پر



خواتین خوشی کی وجہ سے ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہتی ہیں اور تکبیرات کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ یقیناً ایسی خوشی فضول ہے جو یاد الٰہی سے غافل کردے۔ بہادر شاہ ظفر نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے ؎

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا
ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

عیدگاہ میں پہنچ کر بھی تکبیرات جاری رکھیں اور جب امام نماز عید سے فارغ ہوجائے تو تکبیرات پڑھنا بند کردیں۔ عیدگاہ سے واپس گھر آتے ہوئے راستہ تبدیل کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہی اسوۂ مبارک تھا۔ آپ ایک راستے سے جاتے تھے اور دوسرے راستے سے واپس آتے تھے۔ (صحیح البخاری: 986)

عید کی عبادت سے آپ فارغ ہوچکی ہیں۔ اب گھریلو مصروفیات پر توجہ دیں یا جن امور کو آپ ضروری سمجھتی ہیں نپٹائیں۔ کوئی خاص کام نہیں ہے تو کسی دینی کتاب کا مطالعہ شروع کردیں یا اس طرح کی کسی اور دینی سرگرمی میں مشغول ہوجائیں۔ فراغت کا بہانہ بنا کر کسی ایسے کام کا آغاز نہ کریں یا کسی ایسے پروگرام میں شریک نہ ہوں جو اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے، مثلاً: کچھ خواتین اس موقع پر موسیقی سے دل بہلانے لگتی ہیں یا کیبل اور نیٹ پر ایسے حیاسوز پروگرام دیکھنے میں مصروف ہوجاتی ہیں جو سراسر اللہ کی ناراضی کا باعث ہیں۔ لہٰذا آپ خاص خیال رکھیں اور کسی بھی پروگرام میں شریک ہونے سے قبل ایک بار ضرور سوچیں کہ کہیں اس سے میرا اللہ تو مجھ سے ناراض نہیں ہوگا۔ موسیقی اور دیگر حیاباختہ پروگراموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور اس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''میری امت کے کچھ لوگ شراب نوشی کریں گے اور شراب کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔ ان کے سروں کے پاس آلاتِ موسیقی بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ کو بندر اور سور بنا دے گا۔'' (سنن ابن ماجه: 4020)

عید یقیناً خوشی منانے کا ایک بڑا اہم موقع ہے۔ لہٰذا یہ خوشی اکیلے ہی نہ منائیں بلکہ اس میں دوسروں کو بھی شریک کیجیے۔ سمجھ دار لوگوں کا کہنا ہے کہ دوسروں کو خوشی میں شریک کرنے سے خوشی کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے۔ اس لیے اپنے عزیز و اقارب سے میل جول اختیار کریں۔ انھیں عید کی مبارک باد دیں۔ اگر کسی رشتہ دار سے غصہ و ناراضی ہے تو رضائے الٰہی کی خاطر اسے معاف کرکے صلہ رحمی کا حق ادا کریں۔ اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جو (بدلے کی قدرت کے باوجود) معاف کردے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔'' (الشوریٰ 40:42) اگر زیادتی آپ کی طرف سے ہے تو بھی اس سے معافی مانگ کر اسے راضی کریں اور صلہ رحمی کا حق ادا کرکے اللہ کے ہاں بے پایاں اجر و ثواب پائیں۔

صلہ رحمی کی قرآن و حدیث میں بڑی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ صلہ رحمی رحمتِ الٰہی کے حصول کا بڑا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''رحم، رحمان سے نکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا: جس نے تجھے ملایا، میں اسے ملاؤں گا اور جس نے تجھے توڑا، میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا۔'' (صحیح البخاري: 5988) صلہ رحمی سے خاندان میں محبت کو فروغ ملتا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنا نسب معلوم کرلو تاکہ صلہ رحمی کرسکو، کیونکہ صلہ رحمی سے گھر والوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ مال میں اضافہ ہوتا اور اجل میں تاخیر ہوتی ہے (عمر لمبی ہوتی ہے)۔'' (صحیح الترغیب: 2520)

اس حدیث میں صلہ رحمی کے تین فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں ہر فائدہ بجائے خود ایک عظیم نفع اور ہر شخص کی اہم مراد ہے، یعنی محبت ایک نادر اور نایاب چیز ہے۔ اسی طرح آسودگی ہے کہ ہر کوئی دولت مند ہونا چاہتا ہے۔ اسی طرح عمر کی درازی ہے کہ ہر کوئی اس کا طلبگار ہے۔ سو یہ سب مرادیں محض صلہ رحمی کرنے سے میسر آسکتی ہیں۔ صلہ رحمی کے جس طرح فوائد و ثمرات اور برکات ہیں، قطع رحمی کے اسی قدر بھیانک اور خطرناک نقصانات ہیں۔ قطع رحمی اللہ کی لعنت کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، وہ اسے توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔'' (الرعد 25:13) اسی طرح



قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر جمعہ کی شب تمام لوگوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں تو قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔'' (مسند أحمد: 483/2) نیز قطع رحمی کرنے والا جنت میں جانے سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ کا ارشاد عالی ہے: «لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ» ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' (صحيح البخاري: 5984)

یہاں یہ بات ضرور ملحوظ رکھیں کہ صلہ رحمی کا وہ مفہوم نہیں ہے جو ہمارے ہاں عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اگر دوسرے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے۔ وہ ہم سے ملنے آئیں گے تو ہم ان سے ملنے جائیں گے۔ وہ ہمیں کچھ دیں گے تو ہم انھیں کچھ دیں گے۔ یہ صلہ رحمی نہیں بلکہ اَدلے کا بدلہ ہے۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ رشتہ دار بدسلوکی کرے تو بھی اس سے اچھا سلوک کیا جائے۔ وہ نہ دے، تب بھی اسے دیا جائے۔ وہ قطع رحمی کرے تو بھی اس سے ملا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلے میں صلہ رحمی کرتا ہے۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جس سے قطع رحمی کی جائے تو پھر بھی وہ صلہ رحمی کرے۔'' (صحيح البخاري: 5991)

✵ عید کے موقع پر نبی کریم ﷺ عورتوں کو خصوصی طور صدقہ وخیرات کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لہٰذا خواتین کو اس روز حسبِ استطاعت صدقہ و خیرات کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے۔ صدقہ وخیرات کرتے وقت اپنے عزیز واقارب کو ترجیح دیں۔ سب سے پہلے ان کا حق ہے جو آپ کے رشتہ دار ہیں۔ رشتہ داروں کو دینے سے دوگنا ثواب ملتا ہے۔ ایک صدقے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''مسکین پر صدقہ کرنا صدقہ ہی ہے جبکہ رشتہ دار پر خرچ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔'' (سنن النسائي: 2582، وسنن ابن ماجة: 1844) اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو صدقہ کسی ایسے رشتہ دار کو دیا جائے جس نے باطن میں دشمنی چھپا رکھی ہو، وہ اجر میں سب صدقوں سے افضل ہے۔'' (المعجم الكبير للطبراني: 202/3) اس حدیث پر عمل کرکے آپ اپنے حاسد اور دشمن رشتہ دار کے حسد اور دشمنی کو محبت اور دوستی میں بدل سکتے ہیں۔ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھے بغیر اپنی ایک لونڈی آزاد کرکے کسی کو دے دی۔ نبی کریم ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: ''کیا تو نے اسے آزاد کیا ہے؟'' انھوں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم وہ (لونڈی) اپنے ماموؤں (ننھیال والوں) کو دیتیں تو تمھیں زیادہ اجر ملتا۔'' (صحيح البخاري: 2594، صحيح مسلم: 999)

✵ خوشی کو حقیقی اور سود مند خوشی بنانے اور دوسروں بالخصوص رشتہ داروں کو اپنی خوشی میں شریک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «تَهَادُوا، تَحَابُّوا» ''آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو، اس سے باہم محبت پیدا ہوگی۔'' (الأدب المفرد: 594) یادرکھیں دل کی رنجشوں، کدورتوں، کینوں اور بغض وعناد کو دور کرنے کے لیے ہدیہ وتحفہ سب سے بڑا تریاق اور علاج الامثال ہے۔ تحفہ نہ صرف دل کے ان روگوں کو مٹاتا ہے بلکہ آپس میں الفت ومحبت اور یگانگت پیدا کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے درمیان میل ملاپ اور محبت کی راہیں کھولتا ہے۔ لہٰذا اپنے رشتہ داروں اور اسلامی بہنوں کو خوشی کے اس موقع پر ضرور تحفے بھیجا کریں۔ اور ہاں تحفے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ بازار سے کوئی قیمتی چیز خرید کر ہی ہدیہ کی جائے۔ اگر استطاعت ہو تو ایسا کرنا افضل اور بہتر ہے۔ استطاعت نہیں ہے تو عید کے موقع پر گھر میں جو مختلف پکوان پکائے گئے ہیں، ان میں سے ہی کچھ اپنے عزیز واقارب اور سہیلیوں کے ہاں بطور ہدیہ بھیجیں اور پھر دیکھیں اس کے کیسے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس نیک پاک مسنون طریق کو سماج میں رواج دیں تاکہ اسلامی معاشرہ سینے کی بیماریوں سے پاک ہوجائے۔ اور الفت و اتحاد کی نسیم جانفزا سے پھلے پھولے، بڑھے، ترقی کرے اور قوم کی ترقی کی راہ میں سنگ میل ثابت ہو۔ ان چیزوں کو اپنا کرکے آپ یقیناً اپنی خوشیوں کا مزہ دوبالا کرسکتی ہیں اور دین و دنیا کی خیر و برکات اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہیں۔ وباللہ التوفیق



بہت بڑا جُرم

ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر

''موسم گرما کی چھٹیاں ہیں کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہیں۔''

ندیم نے اُکتائے ہوئے لہجے میں وسیم سے کہا۔

''وقت پر چھٹیوں کا کام مکمل کرلیا جائے تو فارغ وقت میں کچھ بھی کرنے کو جی نہیں چاہتا۔''

وسیم نے بڑے بھائی ندیم کے جواب میں کہا۔

''آج موسم بارش کی وجہ سے بہت اچھا ہوگیا ہے، کیوں نہ دوستوں کے ساتھ سیر کا پروگرام بنایا جائے؟

''ندیم نے مشورہ مانگا۔

''تجویز تو بہت اچھی ہے۔ حامد، کامران اور طاہر سے فون پر بات کرلیتے ہیں۔'' وسیم نے تائید میں کہا۔

ندیم نے حامد، طاہر اور کامران کو فون کیا تو وہ بھی فارغ وقت میں بوریت محسوس کررہے تھے۔ باہمی مشورے سے طے ہوا کہ گزشتہ دنوں میں شہر کے چڑیا گھر میں سری لنکا سے بہت بڑا ہاتھی، آسٹریلیا سے سفید طوطے اور کئی دوسرے ممالک سے مختلف جانوروں کا اضافہ ہوا ہے، اس لیے چڑیا گھر کی سیر کی جائے۔

چڑیا گھر کی سیر کے دوران پانچوں دوست زرافے کے جنگلے کے پاس پہنچے تو کامران نے بے اختیار کہا:

''دیکھو یہ نوید کا بھائی لگتا ہے۔ وہ بھی زرافے کی طرح بہت لمبا ہے۔''

''اگر یہی بات تم نوید کے سامنے کہو تو وہ کیا کہے گا؟''

ندیم نے کامران سے پوچھا:

''وہ تو یہ سنتے ہی میرا سر پھاڑنے پر تیار ہوجائے گا۔''

کامران نے ڈر کے مارے جھرجھری لیتے ہوئے جواب دیا۔

''اگر تم میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہے تو پھر نوید کی پیٹھ پیچھے اُسے برا کیوں کہہ رہے ہو؟ قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہے۔'' ندیم نے کامران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو یہ بات ہے۔ مجھے تو اس کا علم ہی نہیں تھا۔ میں تو ہر وقت مختلف دوستوں کے متعلق ان کی پیٹھ پیچھے ہنسی مذاق میں اس طرح کی باتیں کرتا رہتا ہوں۔''

کامران نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

کامران اور ندیم کی باتیں سُن کر باقی دوست بھی زرافے کے جنگلے سے رُخ موڑ کر ان کی جانب متوجہ ہوچکے تھے۔ ایسے میں ندیم نے تمام دوستوں کو مخاطب کرکے پوچھا:

''کیا آپ کو معلوم ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی بُرائی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا جُرم قرار دیا ہے؟''

''ہمیں تو معلوم نہیں۔''

چاروں دوستوں نے یک زبان ہوکر کہا۔

''قرآن مجید کی سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے، جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ دیکھو تم خود اس سے نفرت کرتے ہو۔''

ندیم نے قرآنی آیت کا ترجمہ سنایا۔
یہ سنتے ہی چاروں جانب خاموشی چھا گئی۔ ایسے میں طاہر نے خاموشی توڑتے ہوئے کہنا شروع کیا:
''میں نے اپنی اسلامیات کی کتاب میں پڑھا ہے کہ پیارے نبی ﷺ کی مجلس میں چند صحابہ کرام تشریف فرما تھے کہ دُور سے ایک صحابی رسول آتے ہوئے نظر آئے۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے صحابہ میں سے ایک نے دوسروں کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:
''دیکھو! وہ کتنا بُرا آدمی جا رہا ہے۔''
پیارے نبی ﷺ نے یہ سُن کر اس صحابی سے دریافت کیا:
''کیا تم نے اس آدمی کے ساتھ سفر کیا ہے۔ اس کے ساتھ قیام و طعام میں شریک ہوئے ہو یا اس سے کبھی کوئی کاروباری معاملہ کیا ہے؟''
صحابی رسول ﷺ نے جواب دیا:
''اللہ کے رسول ﷺ! ان میں سے کسی بھی چیز کا مجھے اتفاق نہیں ہوا۔''
یہ سُن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
''کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی کے متعلق بلا تحقیق و تصدیق سُنی سنائی باتوں پر یقین کر کے اُسے بُرا سمجھنے لگے۔''
''اچھا! اس بات کا تو ہمیں پہلی بار پتہ چل رہا ہے۔'' چاروں دوستوں نے ایک ساتھ کہا۔
قرآن مجید کی طرح حدیث نبوی ﷺ میں بھی غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ ندیم نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔
''اُف توبہ توبہ! ہم تو آج تک اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ غیبت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کتنا بڑا جرم قرار دیا ہے۔''
کامران نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔
''اور کوئی پیٹھ پیچھے کسی کے متعلق بُری بات کرنے کے عمل، غیبت سے بچے یا نہ بچے ہم چاروں دوست اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی کسی دوست کی پیٹھ پیچھے بُرائی نہیں کریں گے۔''
کامران، حامد، وسیم اور طاہر نے پرعزم لہجے میں کہا۔ ''ان شاء اللہ'' ندیم کی آواز بھی اُن کے ساتھ شامل ہوگئی۔



دارُالسّلام

انعامی کوئز پروگرام



Sh.Siddiq7@Gmail.com

ماہ جولائی کے درست جوابات

① رمضان المبارک کے روزے دو ہجری میں فرض ہوئے۔
② رمضان المبارک میں واقعہ بدر پیش آیا تھا۔
③ مکمل قرآن کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا تھا۔
④ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ کے لیے فری رسالہ پانے والوں کے نام

ام صالح (اسلام آباد) عبدالوہاب (بہاولپور) لیاقت علی باجوہ (سیالکوٹ) لیاقت ریاض (فیصل آباد) حافظ خلیل الرحمان (قصور) مبشر کلیم، عائشہ فاروق (گوجرانوالہ) خلیل الرحمان بلوچ (لاہور)

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① علوِ مرتبہ کی اساس اور کامیابی کی اساس دین ہے نہ کہ دنیا۔
② عسکریت افغانی قوم کی صلاحیت ہے اور یہ صلاحیت ان کے کام آ رہی ہے۔
③ اگر اقوام متحدہ والے تعلیم ہی کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں تو مدارس دینیہ بھی تو علم کے گہوارے ہیں۔
④ موسیقی اور دیگر حیا باختہ پروگراموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر آ کر کیا اعلان فرماتا ہے؟
② وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے دو عظیم کام انجام دیے ایک حالت کفر میں اور ایک حالت ایمان میں، وہ کیا تھے؟
③ حج کے مہینے کون کون سے ہیں؟
④ پاکستان رمضان المبارک کی کس تاریخ کو معرض وجود میں آیا؟



ٹیکس کا شرعی حکم...؟

حافظ عبدالسمیع، ریسرچ فیلو دارالسلام

سرمایہ دارانہ نظام کے دو اہم رکن سود اور ٹیکس ہیں۔ جبکہ اسلامی نظامِ معیشت میں تجارت اور زکاۃ و صدقات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے حکومت سال بھر میں صاحب حیثیت مسلمان سے صرف ایک مرتبہ زکاۃ وصول کرسکتی ہے۔ کسانوں سے پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ٹیکس کے لیے ''مَکْس'' کا لفظ آیا ہے۔ پہلے اس کی وضاحت ضروری ہے۔

مَکْس (ٹیکس) کی لغوی تعریف

مَکَسَ الضَّرِیبَۃَ ''ٹیکس مقرر کرکے وصول کرنا'' اور مَاکِس ''ٹیکس وصول کرنے والا''

مَکْس کی اصطلاحی تعریف

صاحب مشکاۃ لکھتے ہیں: «اَیْ مَن یَاْخُذُ الْعُشْرَ وَیَزِیْدُ عَلَیْہِ شَیئاً» یعنی وہ شخص جو عشر وصول کرتا ہے اور اس سے کچھ زیادہ بھی لیتا ہے۔ ان الفاظ کے یہ معنٰی ہوسکتے ہیں:

① عامل یا زکاۃ وصول کرنے والا زکاۃ وصول کرنے کے بعد کچھ بطور رشوت لے وہ مَکْس ہے۔

② حکومت عشر کی شرح میں اضافہ کردے مثلاً: 10 فیصد کی بجائے 15 فیصد یا 5 فیصد کی بجائے 7 فیصد عشر وصول کرے۔

③ حکومت عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس بھی عائد کرے۔ (تجارت اور لین دین کے مسائل واحکام، ص:341)

سادہ لفظوں میں یوں کہہ لیجیے ٹیکس وہ رقم ہے جو حکومت چلانے کے لیے مختلف صورتوں میں لوگوں سے وصول کی جاتی ہے۔ اور جو لوگ مقررہ وقت پر ٹیکس ادا نہ کریں ان کے خلاف باقاعدہ کارروائی کی جاتی ہے۔

''مَکْس'' کا گناہ

دورِ نبوی میں قبیلہ غامدیہ کی عورت کو زنا کے جرم میں سنگسار کیا جارہا تھا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے ایک پتھر مارا جس کی وجہ



سے خون کے چند چھینٹے ان کے منہ پر بھی پڑے، سیدنا خالد نے اس عورت کے بارے میں نامناسب الفاظ کہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں مخاطب کرکے فرمایا: «مَهْلًا يَا خَالِدُ! فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَلَهُ» ''خالد یہ کیا بات ہوئی! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر کوئی ٹیکس وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرے تو معاف کردیا جائے۔'' (صحیح مسلم: 1695) گویا مکس کا جرم بھی بڑا سنگین ہے۔

ایک دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«لَا يَدْخُلُ صَاحِبُ مَكْسٍ فِي الْجَنَّةِ» ''ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسند أحمد: 143/4، سنن أبي داود: 2939) یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس لیے کہ اس میں لوگوں کے مال کو بغیر کسی شرعی حق کے ہتھیانا ہے۔ اور یہ ظلم کی بدترین صورت ہے۔ یہ ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ یا تو وہ اسے حلال اور جائز سمجھتا ہوگا یا نہیں۔ اگر جائز سمجھتا ہے تو پھر ایک حرام چیز کو حلال سمجھنے کی بدولت وہ جہنم میں رہے گا اور اگر اسے حلال نہیں سمجھتا تو پھر اس گناہ کی سزا کے طور پر جہنم میں داخل ہوگا۔

ٹیکس کا مقصد

ٹیکس کا مقصد عوام کی آمدنی کا ایک حصہ لے کر اس سے نظامِ حکومت چلانا، رفاہ عامہ کے کام کرنا اور اس سے ملکی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔

معاشرے کی معاشی لحاظ سے تقسیم

اسلامی نقطہ نظر سے معاشرے کو معاشی لحاظ سے صرف تین طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

① ایک وہ جن سے زکاۃ وصول کی جاتی ہے۔ یہ لوگ صاحب نصاب یا غنی ہیں۔

② دوسرے وہ جن میں زکاۃ تقسیم ہوگی۔ یہ لوگ فقراء اور مساکین ہیں۔

③ متوسط طبقہ جو نہ زکاۃ دینے کا اہل ہوتا ہے نہ لینے کا۔

معلوم ہوا کہ تیسرے طبقے کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پہلے طبقے سے لے کر دوسرے میں تقسیم کردی جاتی ہے۔ گویا زکوٰۃ کا مال امراء کی جیب سے نکلتا ہے اور غریبوں پر صرف ہوتا ہے۔ یہ اسلامی نظام کی ایسی خوبی ہے جس سے پورا معاشرہ مستحکم ہوجاتا ہے۔ اور ہر کوئی اپنے قدموں پر کھڑا ہوسکتا ہے۔

ٹیکس کی اقسام

ٹیکس کی بنیادی دو قسمیں ہیں:

① بلاواسطہ یا براہِ راست ٹیکس جیسے: انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس اور دولت ٹیکس وغیرہ

② بالواسطہ ٹیکس، یہ وہ ٹیکس ہیں جو ادا تو صنعت کار اور تاجر کرتے ہیں لیکن یہ ٹیکس قیمت فروخت میں شامل کرکے ان کا بوجھ صارفین پر ڈال دیتے ہیں، جیسے: سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ جو چینی، سریا، سیمنٹ، سوتی کپڑا اور دیگر بے شمار اشیاء پر لگائے جاتے ہیں۔

گویا اسلامی نظام کے برعکس ٹیکس کے ظالمانہ نظام میں ٹیکس کی رقوم کا بیشتر حصہ غریبوں کی جیب سے نکلتا ہے اور شاہانِ وقت کی عیاشیوں پر خرچ ہوجاتا ہے۔ جس سے غربت میں اضافہ ہوتا ہے اور ملک مزید عدم استحکام کا شکار ہوجاتا ہے۔

عمومی حالات میں ٹیکس کا شرعی حکم

عام حالات میں لوگوں کی آمدنی میں غریب طبقہ کا جو حق ہے، جس سے نظم ونسق حکومت چلایا جاسکتا ہے۔ وہ حصہ اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمادیا ہے۔ اور وہ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ واجب ہے۔ اور غیر مسلموں سے بھی ان پر واجب ٹیکس سے زائد وصول کرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو پھر اسلامی ریاست میں مسلمانوں سے بار بار (انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس وغیرہ جیسے) غیر اسلامی ٹیکس وصول کرنے کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے؟ لہٰذا واضح رہے کہ اس طرح کے تمام ٹیکس غیر شرعی ہیں۔

خاص اور ہنگامی حالات میں ٹیکس کا حکم

البتہ کچھ خاص مواقع ایسے ہیں جن میں فقہائے امت نے مخصوص شرائط کے ساتھ حکومت وقت کو وقتی اور عارضی ٹیکس لگانے کی اجازت دی ہے، مثلاً: اگر قحط کا زمانہ ہو، غریب لوگ بھوکوں مر رہے ہوں، بیت المال میں اتنی رقم موجود نہ ہو جس سے غرباء پروری کی جاسکے۔ اور اغنیاء (مالدار) خود غریبوں کا احساس نہ کررہے ہوں تو ان حالات میں حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امراء پر ہنگامی ٹیکس لگا کر غرباء کی ضروریات کو پورا کرے۔



لیکن درج ذیل شرائط کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

شرائط

① غیر معمولی حالات درپیش ہوں، مثلاً: قحط اور جنگ وغیرہ۔

② بیت المال (قومی خزانہ) سے یہ اخراجات پورے نہ ہو رہے ہوں۔

③ چندہ کی اپیل اور ترغیب کے باوجود امراء اس طرف توجہ نہ دے رہے ہوں۔

تو ایسی سنگین صورت حال میں صرف بقدر ضرورت ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس بات کا خوب خیال رہے کہ

① ٹیکس کی مقدار لوگوں کے لیے قابل برداشت ہو۔

② ٹیکس کی وصولی کا طریقہ کار لوگوں کے لیے ایذا رساں نہ ہو۔

③ ٹیکس کی رقم کو ملک وملت کی واقعی ضرورتوں اور مصلحتوں پر خرچ کیا جائے۔ بے جا خرچ نہ کیا جائے۔

ان ہنگامی حالات میں حکوت مسلمانوں پر زکاۃ کے علاوہ ٹیکس لگانے کی مجاز ہے۔ لیکن یہ ٹیکس بھی ہنگامی، عارضی ہوگا، دائمی نہیں ہوگا۔

چنانچہ علامہ ابن حزم نے «محلی» میں فقراء کی اعانت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر بیت المال کا خزانہ اہل ضرورت کی معاشی ضروریات کو پورا نہ کر سکے تو خلیفہ اہلِ ثروت پر مزید ٹیکس عائد کر کے ان کی ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔ اور اگر کوئی ٹیکس نہ دے تو اس سے جبراً وصول کرسکتا ہے۔ (محلی: 156/6)

خلاصہ کلام

ٹیکسوں کا وہ مفہوم جو آج کل رائج ہے، اسلامی نظامِ حکومت میں ناپید ہے۔ اس لیے کہ جو ٹیکس پبلک پر لگائے جاتے ہیں وہ عموماً عدل وانصاف کے خلاف اور حکومت یا ارکانِ حکومت کے ان مفادات کی خاطر لگائے جاتے ہیں، جن کا پبلک مفاد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے ٹیکس جن کا مقصد ہی اہل اقتدار کی عیاشیوں اور ہوس پرستیوں کو پورا کرنا ہو ان کی ایک اسلامی حکومت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ ہنگامی حالات میں مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ٹیکس لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ ٹیکس عارضی مدت کے لیے ہوگا، اسے مستقل بنیادوں پر باقی نہیں رکھا جاسکتا۔

ٹیکس بڑھانے اور نئے ٹیکس لگانے کا فارمولا اور اس کا حل

نئے ٹیکس عائد کرنے کے جواز میں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ آج کل حکومت کے اخراجات بہت بڑھ چکے ہیں، خزانہ خالی ہے، لہٰذا نئے ٹیکس لگانا ضروری ہوگیا ہے۔ ورنہ ملک دیوالیہ ہوجائے گا۔ وغیرہ وغیرہ

ہمارے خیال میں بڑھتے ہوئے اخراجات کی سب سے بڑی وجہ یہی حکومت کا ٹیکس بڑھانے اور نئے ٹیکس لگائے جانے کا حق ہے۔ اسی بناء پر حکومت کئی غیر دانشمندانہ اور غیر ترقیاتی منصوبے شروع کردیتی ہے۔ اور اپنے تعلقات نبھاتے ہوئے نااہل افراد کا تقرر کرتی ہے۔ جس کی بدولت قومی خزانہ ڈوب جاتا ہے۔ اور پھر اپنے نقصان کی تلافی کے لیے حکومت عوام کی پشت پر ہولناک وار کرتے ہوئے نئے نوٹ چھاپ کر اپنے اخراجات پورے کرلیتی ہے۔ یہ گویا ایک جبری ٹیکس ہوتا ہے، جسے خفیہ ٹیکس (HIDDENTAX) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا بار عوام پر اس طرح پڑتا ہے کہ اشیاء کی قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔ اور یہ ایسا بار ہے جس کا عوام کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ حکومت کے پاس یہی وہ حربہ ہے جس کی بناء پر حکومت اپنے اخراجات کو کم کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتی اور اخراجات بڑھاتی چلی جاتی ہے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ حکومت اپنے ذرائع آمدنی کو مضبوط کرے، باصلاحیت اور ایمان دار افراد کا تقرر کرے اور موقع بہ موقع ان کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے۔ اور عوام کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دینے کی کوشش کی جائے اور اپنے اخراجات میں کمی کی جائے۔ اس لیے کہ لاتعداد محکمے، وزیروں اور مشیروں کی تعداد، الاؤنسز اور سفری اخراجات کم کرنے سے کافی بچت ہوسکتی ہے۔ وغیرہ

ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حکومت کی آمدنی کے ذرائع سے حکومت کے جائز اخراجات احسن طریقے سے پورے ہوسکتے ہیں۔ جس کے لیے دورِ نبوی، عہدِ خلافتِ راشدہ اور اسلامی تاریخ گواہ ہیں۔

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب.

ایران

سرزمینِ فارس میں خیر و شر کی آویزش کے 3000 برس

محسن فارانی

قسط نمبر 2



ہوشنگ کی شہادت

قدیم ایران کے حکمران کیومرث اور اس کے بعد ہوشنگ بھی اپنے زمانے کے 'خشور' یا رسول بیان کیے جاتے ہیں۔ بعض مؤرخین کیومرث کو نوح علیہ السلام کی اولاد میں بتاتے ہیں۔ ہوشنگ کی ایک الہامی کتاب کا نام 'جاوداں خرد' تھا۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں حسن بن سہل نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ ہوشنگ کے عہد میں عدل و انصاف اپنی معراج کو پہنچ گیا، چنانچہ لوگوں نے اُس کا لقب 'پیش داد' یعنی 'عادل اوّل' رکھ دیا تھا۔ یوں ہوشنگ سے پیش دادوں کے خاندان کا آغاز ہوا مگر منکرینِ توحید دیووں (بُت پرستوں) نے ہوشنگ کو اللہ کی عبادت کے دوران میں پتھر برسا کر شہید کر دیا۔

آتش پرستی اور مجوسیّت

ہوشنگ کے بعد طہمورث دیوبند ایران کا بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانے میں ایک نامعلوم مہلک وبا پھیل گئی۔ بزرگوں اور عزیزوں کے مرنے کے بعد لوگ ان کی تصویریں اور مورتیں یادگار کے طور پر رکھنے لگے۔ یہیں سے قدیم ایران کے مذہب میں بت پرستی شامل ہوئی۔

اب ایرانیوں کے ہاں ایک خدا کا تصور نہ رہا۔ وہ خیر کو روشنی اور شر کو تاریکی خیال کرتے تھے، اس لیے آگ کو روشنی کا سرچشمہ جانتے ہوئے، یزداں (مجوسیوں کے ہاں خیر کا دیوتا، زرتشتیوں کا فرشتہ) کی قربت حاصل کرنے کے لیے، قابلِ پرستش سمجھا گیا اور آتش پرستی کو مذہب کا جزوِ اعظم بنایا گیا جس کے پیروکار مجوس (Magus جمع Magi) کہلائے۔

جمشید کی جھوٹی خدائی

جمشید نے اپنی بادشاہت کی ابتدا میں بتوں کا صفایا کیا لیکن پھر وہ خود گمراہ ہو گیا اور غرور میں آ کر اپنے آپ کو زمین کا خدا کہنے لگا۔ اس نے پرستش کے لیے اپنے بت بنوائے اور رعایا میں تقسیم کر دیے۔ جو لوگ جمشید کی عبادت سے انکار کرتے، اُن پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے۔ بہت سوں کو آگ میں زندہ جلا دیا گیا۔ اس کے نام سے جامِ جمشید کا افسانہ



مشہور ہے۔

جمشید سے ایرانی بادشاہت چھیننے والا ضحاک بھی ظالم اور مشرک تھا۔ ''شاہنامہ'' کے مصنف فردوسی نے اسے شیطان کا چیلا اور جادو پرست لکھا ہے۔ ایرانیوں میں ستاروں کی پوجا بھی ضحاک ہی کے دورِ حکومت میں شروع ہوئی۔ صابئین، یعنی ستارہ پرست سات ستاروں یا سیاروں کی مورتیاں بنا کر اپنے معبدوں میں رکھتے تھے۔ یہ معبد یا ''پیکرستان شیداں'' کیوان (زحل)، ہُرمُز (مشتری)، بہرام (مریخ)، آفتاب، ناہید (زہرہ)، تیر (عطارد) اور چاند (ماہ) کی عبادت کے لیے تعمیر کیے گئے تھے۔

زرتشت: مصلح یا رسول؟

مذہبی مصلح زرتشت یا زردشت 660 ق م کے لگ بھگ علاقہ ماد (شمال مغربی ایران) کے شہر ارمیا میں پیدا ہوا تھا۔ زرتشت (Zoroaster) کے لغوی معنی ہیں ''خدا پرست''۔ وہ مادیوں (Medes) کے ایک قبیلے میگی (مجوس) کا فرد تھا۔ وہ 583 ق م میں فوت ہوا یا بروایتِ مجوس اسے برق و رعد میں آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ زرتشت نے معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور توحید پر مبنی ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جو زرتشتیت (فارسی میں 'زردشتی' اور انگریزی میں Zoroastrianism) کہلاتا ہے لیکن شدید تحریفات کا شکار ہو چکا ہے۔ اس مذہب کو باختر (شمالی افغانستان) میں خاصا فروغ ملا۔ شاہ دارا گشتاسپ اس پر ایمان لے آیا اور آہستہ آہستہ یہ مذہب سارے ملک میں پھیل گیا۔

شہرستانی لکھتا ہے: ''زردشت جب تیس سال کا ہوا تو خدا نے اسے نبوت دی اور تمام مخلوق کے لیے رسول قرار دیا۔''

ہخامنشی حکمران کوروش کبیر (ذوالقرنین) نے تخت پر بیٹھ کر ایران میں ایک بار پھر توحید کو رواج دیا۔ اسے ایرانی اس عہد کا 'شت وخشور' کہتے ہیں۔ ایران میں ذوالقرنین کے مذہبِ توحید کا اثر ایک ڈیڑھ صدی تک رہا۔

زردشت نے قدیم دیوتاؤں کی پوجا سے منع کیا تھا اور اہورمزدا (آقائے دانش) کی عبادت کی دعوت دی تھی لیکن ہخامنشی بادشاہ ارد شیر دوم (404-359 ق م) کے دورِ حکومت میں دینِ زرتشت میں تحریف کر کے اس میں مِتھرا پرستی یعنی سورج کی پوجا شامل کر دی گئی، چنانچہ پرسی پولس (ایرانی نام: تختِ جمشید) میں واقع اردشیر کے محل کی شمالی دیوار پر یہ عبارت کندہ ہے:

''اہورمزدا اور خدائے مِتھرا میرے نام کو، اس ملک کو اور میرے کارہائے نمایاں کو رہتی دنیا تک باقی رکھے۔''

مانی اور مانویت

ایرانی نژاد مانی بابل (عراق) میں 215ء میں پیدا ہوا۔ اس نے قدیم مجوسیت، بدھ مت اور عیسائیت میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ تجرد، ترکِ دنیا اور نسل کُشی کی تعلیم دی۔ مانویہ بت پرستی کے قائل نہیں تھے۔ وہ دن میں چار بار نماز پڑھتے اور مہینے میں سات روزے رکھتے۔ اگرچہ شاپور اول ساسانی نے مانویت قبول کر لی تھی مگر موبدِ موبداں (آتش پرستوں کا سب سے بڑا پروہت) کی مخالفت سے بچنے کے لیے مانی ہندوستان بھاگ آیا۔ یہاں سے لوٹ کر گیا تو شاہ بہرام اول نے اذیت ناک طریقے سے اسے قتل کرا دیا۔ اموی و عباسی خلافت میں جعد بن درہم، بشار بن برد اور ابن الزیات مانوی (زندیق) تھے۔ خلیفہ منصور عباسی نے مانویہ کا کھوج لگانے کے لیے ایک محکمہ قائم کر رکھا تھا جس کے سربراہ کا لقب صاحب الزنادقہ تھا۔

مَزدک اور مَزدکیت

مزدک کا ظہور شاہ قباد ثانی (487ء-531ء) کے عہد میں ہوا۔ قباد شروع میں اس کے افکار کا قائل ہوا مگر موبدوں اور اپنے بیٹے نوشیرواں کی شدید مخالفت کے باعث اس نے مزدکیت ترک کر دی۔ مزدک عورتوں سمیت سب املاک کی مشترکہ ملکیت کا قائل تھا۔ اسی لیے علامہ اقبال رحمہ اللہ نے ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں بانیٔ اشتراکیت کارل مارکس کو ابلیس کے ایک مشیر کی زبانی ''روحِ مزدک کا بروز'' کہا اور پھر خود ابلیس کی زبانی اشتراکیت (سوشلزم) یا مزدکیت کے بارے میں کہلوایا ؎

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مَزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے

529ء میں مزدکیوں کا قتل عام ہوا۔ خسرو اول نوشیرواں (79-531ء) نے مزدک کو زندہ دفن کرا دیا اور مزدکی مذہب ممنوع قرار پایا۔ خود نوشیرواں کا بیٹا نوش زاد جو عقیدۂ



تثلیث کی طرف مائل تھا، قید سے نکل بھاگا اور فوج سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسی مذہبی خدمت کی بنا پر موبدوں نے خسرو کو نوشین رواں (غیر فانی روح) کا لقب دیا جو بتدریج ''نوشیرواں'' بن گیا۔

ایران کی اسلامی فتوحات

مدائن (عراق) کی فتح (صفر 16ھ/مارچ 637ء) اور معرکۂ جلولاء کے بعد مسلمان حلوان فتح کرتے ہوئے ایران میں داخل

سے بچنے کے لیے شہر مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ اہواز سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور نہاوند سے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان رضی اللہ عنہ نے صوبہ جبال کے دارالحکومت اصفہان پر لشکر کشی کی۔ اصفہان 21ھ/641ء میں فتح ہوگیا۔ دریں اثنا ہمدان میں بغاوت ہوئی جسے نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ نے فرو کیا۔ پھر رے (نزد تہران) میں خونریز معرکہ برپا ہوا۔ سیاوَش ایرانی کے لشکر نے شکست کھائی اور مسلمان فتح یاب

میں شاپور (شہرستان) اور توّج فتح کرلیے۔ ادھر عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ بحرین سے اردشیر خرّہ (ایران) کے ساحل پر حملہ آور ہوئے اور ''گور'' یا ''جُور'' (فیروزآباد) میں ایرانیوں کو شکست دی۔ ایرانی سپہ سالار شہرک مارا گیا۔ عثمان نے آگے بڑھ کر اصطخر پر قبضہ کرلیا۔ سہیل بن عدی، نُسیر بن عمرو عجلی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان رضی اللہ عنہم نے سیرجان (سعیدآباد)، جیرفت اور کرمان فتح کرلیے اور

[illegible] کے بعد ہمدان، قومس [illegible] 30ھ/650ء میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ [illegible] آخری ساسانی بادشاہ [illegible] گرد شاہ نے مرو [illegible] سلطنت ختم [illegible]

[illegible] نے فتح کرلی۔ طبرستان اور گیلان والوں [illegible] کے ہاتھوں باقیماندہ کرمان کی فتح کی تکمیل ہوئی۔ [illegible] نے بھی صلح کی پیشکش کی جو سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ نیز ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ نے سیستان

[illegible] مسلمان مجاہدین نے قرمیسین سے نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پیش قدمی کر کے نہاوند کا محاصرہ کرلیا جہاں ڈیڑھ لاکھ ایرانی قلعہ بند تھے۔ ایرانی اس محفوظ قلعے سے نکل کر لڑائی کرتے اور شکست کھا کر قلعے میں لوٹ جاتے۔ اس دوران میں سردیاں شروع ہوگئی تھیں۔ آخر کار طلیحہ بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ اور قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ نے ''پسپائی'' کی ایسی چال چلی کہ ایرانی قلعے سے دور نکل آئے۔ تب مسلمانوں نے یکبارگی ان پر ہلا بول دیا اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ یوں محرم 19ھ/جنوری 640ء میں نہاوند فتح ہوگیا۔ اس معرکے میں سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

ہمدان اور اصفہان کی فتح

نہاوند سے مسلمانوں نے ہمدان کا رخ کیا۔ ہمدان کے گورنر خسرو شنوم نے ہزیمت

(جنجان) کے شہر زنجان، ہمدان (ماہ نہر) اور زرنج فتح کرلیے۔ دریں اثنا آخری ساسانی بادشاہ یزدگرد شاہ جو خراسان اور ترکستان میں مارا مارا پھر رہا تھا، خلافتِ عثمانی میں 31ھ/651ء میں مرو رود کے مقام پر ایک چکی والے کے ہاتھوں مارا گیا۔ مرو رُود شمال مغربی افغانستان میں رُود مرغاب پر واقع ہے۔

ایران اموی دور میں

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے گورنر عراق و فارس و خراسان حجاج بن یوسف کے عہد تک یہاں پہلوی فارسی زبان رائج تھی۔ حجاج نے سرکاری کاموں کے لیے عربی رائج کردی۔ حجاج نے ساسانی و رومی سکّوں کے بجائے خالص عربی سکّے بنوانے شروع کیے جن پر قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ رقم ہوتا تھا۔ حجاج نے 90ھ میں محمد بن قاسم کو لشکر دے کر فارس میں



کرد قبائل کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ محمد بن قاسم نے وہاں امن قائم کیا اور 92ھ میں شیراز سے فتح سندھ کے لیے روانہ ہوا۔

ایران میں عربوں کا قتل عام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پوتے امام محمد بن علی عباسی 124ھ میں فوت ہوئے تو ان کے فرزند ابراہیم ان کے جانشین بنے۔ ابراہیم نے ابومسلم خراسانی کو ایران میں امیر دعاۃ مقرر کیا تاکہ وہاں عباسی خلافت کے قیام کے لیے کوشش کرے۔ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد بن مروان جب موصل کے قریب ضحاک خارجی سے برسرِ پیکار تھا، امام ابراہیم نے ابومسلم کو خط لکھا تھا کہ ''خراسان (ایران) میں کسی عربی النسل انسان کو زندہ نہ چھوڑنا، خراسان کے اصلی نومسلم باشندے ہمارے بہت کام آئیں گے۔'' خط پکڑا گیا اور مروان کو پیش کیا گیا تو اس نے امام ابراہیم کو حمیمہ (بلقاء، اردن) سے گرفتار کرکے حران میں قید کردیا۔ وہیں چند روز بعد ابراہیم کا وبا سے انتقال ہوگیا۔

129ھ میں امام ابراہیم کی گرفتاری پر ان کا بھائی عبداللہ السفاح جانشین بنا۔ 130ھ میں ابومسلم نے پہلے ہرات اور پھر بلخ پر قبضہ کرلیا۔ پھر طوس، نیشاپور اور جرجان فتح ہوگئے۔ طوس میں قتل عام کیا گیا۔ ابومسلم کے کمانڈر قحطبہ بن شبیب نے جرجان میں 30 ہزار افراد قتل کر ڈالے۔ خالد بن برمک بھی قحطبہ کے ہمراہ تھا جو بعد میں عباسی دربار میں بااثر ہوا۔ 131ھ میں قحطبہ نے رے اور اصفہان فتح کر لیے جبکہ حسن بن قحطبہ نے تین ماہ کے محاصرے کے بعد نہاوند فتح کرلیا۔

عباسی خلافت کا قیام

محرم 132ھ میں قحطبہ نے اموی سپہ سالار یزید بن عمر بن ہُبیرہ کو فرات کے کنارے شکست دی، تاہم لڑائی میں قحطبہ مارا گیا۔ اس کے نائب ابوسلمہ اور حسن بن قحطبہ کی حمایت میں محمد بن خالد قسری نے شیعانِ علی کے ہمراہ عاشورہ 132ھ کو دارالامارہ کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ پھر 12 ربیع الاول 132ھ/30 اکتوبر 749ء کو جامع مسجد کوفہ میں عبداللہ السفاح کی بیعت ہوئی کیونکہ امام جعفر صادق نے خلیفہ بننے سے انکار کردیا تھا۔ یہ عباسی خلافت کا نقطۂ آغاز تھا۔ صفر 132ھ میں ابومسلم کے کمانڈر ابومالک عبداللہ نے بصرہ پر قبضہ کرلیا۔

کوفہ میں السفاح کی بیعت خلافت کے بعد دریائے زاب کے کنارے مروان ثانی اور عبداللہ بن علی عباسی کے لشکروں میں جنگ ہوئی۔ مروان کے ساتھیوں کی بے وفائی سے اسے شکست ہوئی (جمادی الآخرہ 132ھ)۔ مروان حران، حمص اور فلسطین سے ہوکر مصر پہنچا، صالح بن علی عباسی اس کے تعاقب میں تھا۔ قصبہ بوصیر کے شب خون میں مروان قتل ہوا (ذی الحجہ 132ھ/ اگست 750ء) اور اس کا سر کاٹ کر السفاح کے پاس روانہ کردیا گیا۔ یوں دمشق کی اموی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔

راوندیہ اور بابک خرمی کی بغاوتیں

دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے ابومسلم کے باغیانہ رویے پر اسے قتل کرادیا تو ابومسلم کے مجوسی نومسلم ساتھی فیروز سنباد نے بغاوت کرکے نیشاپور اور رے پر قبضہ کرلیا اور مرتد ہوکر اعلان کیا کہ میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے جاتا ہوں۔ بہت سے نومسلم ایرانی اس کے ساتھ ہوگئے۔ منصور نے جمہور عجلی کو لشکر دے کر بھیجا۔ لڑائی میں سنباد کے سات ہزار آدمی مارے گئے۔ سنباد فرار ہوا مگر طبرستان جاکر قتل ہوگیا۔ منصور نے شیعی فرقہ راوندیہ کا بھی استیصال کیا۔ راوند (ایران) کے یہ لوگ تناسخ اور حلول کے قائل تھے۔ سات آٹھ سو کی تعداد میں راوندی دارالخلافہ ہاشمیلہ آکر اپنے عقائد پھیلانے لگے کہ اللہ نے منصور میں حلول کیا ہے۔ منصور نے دارالخلافہ کا طواف کرنے والے دوسو راوندی پکڑ کر قید کردیے تو ان کے ساتھیوں نے انھیں قیدخانے سے چھڑا لیا اور قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا۔ اس نازک موقع پر منصور تنہا محل سے نکلا اور شمشیر بدست ان سے لڑنے لگا۔ اس اثنا میں معتوب معن بن زائدہ اپنی پناہ گاہ سے نکلا اور باغیوں کو مارنے اور ہٹانے لگا۔ پھر اور لوگ آ آکر منصور کے گرد جمع ہونے لگے۔ یوں معن بن زائدہ کی سپہ سالاری میں راوندیوں کو شکست ہوئی اور وہ سب مارے گئے۔ اس کے بعد ہی منصور نے ہاشمیہ (لبِ فرات) کے بجائے کنارِ دجلہ پر نیا دارالخلافہ بغداد آباد کیا۔ خلیفہ مامون الرشید (198ھ/809ء - 218ھ/833ء) کے زمانے میں جاویدان نامی مجوسی کے مرید بابک



خرمی نے آذربائیجان میں بغاوت کی۔ ان کا مذہب مزدکیت سے مشابہ تھا۔ 212ھ میں عباسی سپہ سالار محمد بن حمید بابک کے مقابلے میں مارا گیا۔ بابک کی بغاوت جاری رہی۔ آخر کار خلیفہ معتصم باللہ کے ترک سپہ سالار افشین حیدر نے 222ھ میں بابک کو شکست دے کر گرفتار کرلیا اور اسے سامراء لاکر قتل کیا گیا۔

آلِ بُویہ کا ظالمانہ اقتدار

پانچویں عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے 193ھ/809ء میں طوس (ایران) میں وفات پائی۔خلیفہ معتمد علی اللہ (79-256ھ) اور معتضد باللہ (89-279ھ) کے زمانے میں 256ھ سے 288ھ تک فارس (ایران) پر یعقوب بن لیث صفاری اور عمرو بن لیث قابض رہے۔ خلیفہ قاہر باللہ (22-320ھ/34-932ء) کے عہد میں دیلم (شمال مغربی ایران) کے ماہی گیر ابوشجاع بُویہ شیعہ کے بیٹے ''عماد الدولہ'' علی، ''رکن الدولہ'' حسن اور ''معزالدولہ'' احمد بالترتیب فارس، اصفہان و طبرستان اور اہواز پر قابض ہوگئے۔خلیفہ مستکفی باللہ (34-333ھ/46-945ء) کے دور میں احمد اہواز سے بغداد پر حملہ آور ہوا اور دارالخلافہ پر قبضہ کرکے خلیفہ سے معزالدولہ کا خطاب پایا۔ اس ظالم نے جمادی الاولیٰ 334ھ میں مستکفی باللہ کی آنکھیں نکلوا کر قید کردیا اور قید ہی میں چار سال بعد وہ فوت ہوگیا۔ مطیع للہ (63-334ھ) کو برائے نام خلیفہ بنادیا گیا۔ اصل حکومت آل بویہ کی تھی۔

351ھ میں معزالدولہ نے عیدِ غدیر خم اور 352ھ میں تعزیہ محرم کی بدعات جاری کیں۔ 356ھ میں معزالدولہ نے وفات پائی۔ پھر عضدالدولہ، صمصام الدولہ، شرف الدولہ، بہاء الدولہ، سلطان الدولہ، مشرف الدولہ، جلال الدولہ، ابوکالیجار اور ملک الرحیم یکے بعد دیگرے نائب السلطنت بن کر بغداد پر مسلط رہے۔ اہلِ اصطخر کی بغاوت پر صمصام الدولہ نے اس تاریخی شہر پر چڑھائی کرکے اسے کھنڈر بنادیا۔

سلجوقی سلاطین کی فتوحات

گیارھویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی نے ایران کے مشرقی نصف پر قبضہ کرلیا، تاہم 431ھ/1040ء میں طغرل سلجوقی نے مسعود غزنوی کو شکست دی اور نیشاپور (خراسان) پر قبضہ کرکے سلطانِ اعظم کا لقب اختیار کرلیا تھا۔ اس نے 442ھ میں اصفہان اور 444ھ میں فارس فتح کرلیا اور خلیفہ القائم بامراللہ (67-422ھ/75-1031ء) نے اسے مفتوحہ علاقوں کی سندِ حکومت بھیج دی۔

447ھ تک سلطان طغرل بیگ نے آذربائیجان اور الجزیرہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ اصفہان سلجوقی دارالسلطنت ٹھہرا۔ 447ھ/1055ء میں طغرل نے بغداد میں وارد ہوکر دیلمی شیعوں کے اقتدار کا خاتمہ کردیا اور سلطان طغرل کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا۔ خلیفہ نے اسے ملک الشرق والغرب کا خطاب دیا۔ 462ھ میں خلیفہ القائم بامراللہ نے طغرل کے جانشین الپ ارسلان کا نام خطبے میں شامل کیا اور اذان سے حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ خارج کردیے جو بساسیری رافضی نے 51-450ھ/59-1058ء میں بغداد پر قابض ہوکر اذان میں داخل کیے تھے۔

ایران پر سلجوقی خاندان 582ھ/1186ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ الپ ارسلان (72-1063ء)، ملک شاہ سلجوقی (92-1072ء) اور سنجر سلجوقی (57-1118ء) مشہور حکمران ہوئے۔ سلطان الپ ارسلان نے بازنطینی بادشاہ دیوجانس رومانوس کو جنگ ملازکرد (1071ء) میں شکست دے کر گرفتار کرلیا اور یوں فتح اناطولیہ (ایشیائے کوچک) سے یہ خطہ اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ ملک شاہ کا وزیر نظام الملک طوسی بہترین منتظم تھا۔ اس کی تصنیف ''سیاست نامہ'' (فارسی) ہے۔ نظام الملک کو ایک اسماعیلی فدائی نے شہید کردیا۔ اس نے بغداد میں جامعہ نظامیہ قائم کی تھی۔ سلطان سنجر کی وفات کے ساتھ سلاجقہ عظام کا سلسلہ ختم ہوگیا، تاہم سلاجقہ کرمان کی حکومت 1186ء تک قائم رہی حتیٰ کہ غز قوم کا ایک سردار ملک دینار کرمان کا بادشاہ بن گیا۔

ایران کی ایل خانی سلطنت

616ھ/1219ء میں چنگیز خاں کے تاتاری لشکر وسط ایشیا اور افغانستان فتح کرنے کے بعد ایران پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے چند سال میں نیشاپور، سبزوار، جرجان، رے، ہمدان، آذربائیجان اور کرمان فتح کرلیے۔ تاتاریوں نے یہاں انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنائے۔



رے اور طوس کے تاریخی شہر کھنڈر بنا دیے گئے۔ چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں 654ھ/1256ء میں ایران وارد ہوا اور یہاں ایلخانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس نے آتے ہی حشیشیّن (اسماعیلیوں) کا قلعہ الموت تباہ کر دیا۔ ہلاکو خاں نے 656ھ/1258ء میں بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور یہاں عباسی خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس نے ''ایل خاں'' ''ماتحت خان'' یا ''خانِ قبیلہ'' کا لقب اختیار کیا۔ اسے ایل خانِ اعظم بھی کہتے تھے۔ اس کی بیوی دقوز خاتون عیسائی تھی۔ 1260ء میں عین جالوت (فلسطین) کی جنگ میں ہلاکو کا سپہ سالار کربوغا مارا گیا اور ممالیکِ مصر فتح یاب رہے۔ 660ھ/1262ء میں ہلاکو خاں کو اپنے عم زاد (حکمرانِ روس) برکہ خاں سے ہزیمت اٹھانی پڑی جو مسلمان ہو چکا تھا۔ ہلاکو نے 663ھ/1265ء میں وفات پائی اور تاتاری رسم کے مطابق خوبصورت نوجوان لڑکیاں اس کے ساتھ دفن کی گئیں۔ ہلاکو کے جانشین اباقہ، ارغون، بائیدو، غازان، الجائتو خدابندہ اور ابوسعید تھے۔ تبریز اور سلطانیہ ان کے دارالحکومت تھے۔ اباقہ کا بیٹا احمد تکودار مسلمان ہوگیا تھا۔ مگر اس کے غیر مسلم بھائی ارغون نے اسے قتل کر کے تخت و تاج حاصل کرلیا۔ پھر 1395ء میں غازان خان کے قبولِ اسلام سے پورا خانوادہ مسلمان ہوگیا۔ بعد میں غازان محمود خاں نے تشیّع اختیار کرلیا۔

1335ء میں سلطان ابوسعید کی وفات پر ایلخانی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد حکمران بننے والے جلائر خاندان 1339 تا 1410ء) کا بانی حسن بزرگ، ارغون کا نواسا تھا۔ جلائری دارالحکومت بغداد تھا۔

امیر تیمور ایران میں

امیر تیمور تاتاری النسل یا برلاس قبیلے کا ترک تھا۔ وہ بچپن میں بھیڑیں چوری کرتے ہوئے ٹانگ زخمی ہونے کے باعث تیمور لنگ کہلایا۔ تیمور 1370ء میں سمرقند میں تخت نشین ہوا۔ 782ھ/81-1380ء میں اس نے خراسان فتح کرلیا۔ پھر 789ھ/1387ء تک گرگان، مازندران، سیستان، فارس، عراق اور آذربائیجان فتح ہوگئے۔ سلطان احمد جلائر شکست کھا کر شام فرار ہوگیا۔ اصفہان والوں نے بغاوت کی تو وہاں تیمور نے 70 ہزار باشندے تہ تیغ کر کے ان کی کھوپڑیوں کا مینار (کلّہ مینار) بنادیا۔ امیر تیمور حافظ قرآن اور فقیہ تھا۔ آذربائیجان میں وہ ایک شیعہ عالم سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے تشیّع اختیار کرلیا۔ شعبان 807ھ/فروری 1405ء میں وہ چین کی مہم کو جاتے ہوئے بیمار ہو کر فوت ہوگیا۔ اس نے دو چینی شہزادیوں سے شادی کی یعنی ملکہ کبریٰ اور ملکہ صغریٰ سے۔ اس کے بیٹے میران شاہ 810ھ/1408ء تک اور شاہ رخ 850ھ/1447ء تک حکمران رہے۔ مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابر تیمور کی پانچویں نسل میں تھا۔

ایران میں صفوی سلطنت

امیر تیمور کے بعد قرہ قویونلو (سیاہ بھیڑوں والے) تبریز، سلطانیہ اور بغداد میں 1468ء تک برسرِ اقتدار رہے۔ یہ شیعہ عقائد کے پیروکار تھے۔ ان کے بعد آق قویونلو (سفید بھیڑوں والے) حکمران بنے۔ 3-1502ء میں آق قویونلو سے اسمٰعیل صفوی نے ایران کی حکومت چھین لی۔ اسمٰعیل کا تعلق اردبیل سے تھا۔ اس کا دارالحکومت تبریز تھا۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے شیعیت کو ملکی مذہب بنادیا۔ شمال کے ترک قبائل کو سرخ ٹوپیاں پہنا کر ممتاز کیا اور وہ قزلباش (سرخ سر والے) کہلائے۔ اسمٰعیل نے سنی مذہب کو ایران سے تقریباً مٹا کر رکھ دیا۔ اس کے بیٹے طہماسپ (76-1524ء) نے بابر کے بیٹے ہمایوں کو 15 ہزار فوجی دے کر ہندوستان کا تخت دوبارہ دلایا۔ ان کے ساتھ ہی برصغیر میں شیعیت آئی۔ صفویوں کی عثمانی ترکوں سے جنگوں نے عالمِ اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ طہماسپ کے پوتے عباس (اعظم) اول نے 1585ء سے 1628ء تک حکومت کی۔ اس نے 1595ء میں اصفہان کو دارالحکومت بنایا اور مغلوں سے قندھار واپس لے لیا۔ 1736ء میں نادر قلی افشار نے صفویوں سے بادشاہت چھین لی اور نادر شاہ کہلایا۔ اس نے روس سے آذربائیجان اور جارجیا واپس لے لیے اور 1739ء میں ہندوستان آ کر دلّی لوٹی۔ نادر شاہ نے ایران میں شیعی رسوم بند کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ 1747ء میں نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا۔ 1750ء سے 1779ء تک کریم خان زند نے ایران پر حکومت کی۔

(جاری ہے)

خالد سیال



آصف زرداری کی ایوانِ صدر سے رخصتی

''فیوض وبرکات'' سے بھی محروم ہونا پڑ رہا ہے .....الیکشن کمیشن آف پاکستان نے چھ اگست کو پاکستان کے اگلے صدر کے انتخاب کے لیے شیڈول کا اعلان کر دیا ہے.....صدر آصف علی زرداری کے دور میں ایوان صدر کو متعدد اعزاز حاصل رہے، اب ایوانِ صدر کے درودیوار ان ''اعزازات'' کو ترسا کریں گے۔ زرداری دور کی غلاظتوں کو صاف کرنے کے لیے ایوانِ صدر کے نئے مکین کو عطر گلاب سے ایک بار پورے ایوانِ صدر کی صفائی کرانا پڑے گی.....ان غلاظتوں میں صدر آصف علی پھیلائی ہوئی غلاظتوں کے علاوہ بھی متعدد اقسام کی غلاظتیں شامل ہیں۔ جناب زرداری کے تازہ دودھ کے شوق کو پورا کرنے کے لیے اور اس شوق کے اندر سے جنم لینے والے نئے نئے شوقوں کی تکمیل کے لیے نیا اور تازہ ''مال'' ایوانِ صدر امپورٹ ہوتا رہتا تھا جس میں اونٹوں اور بکریوں کے لیے پستہ وبادام کے علاوہ طرح طرح کے مربہ جات بھی شامل تھے جو زرداری کے شوق کو جلا بخشنے میں ممد ومعاون ہوتے تھے.....صدر زرداری کے یہ شوق انھیں اکثر مدہوش کیے رکھتے تھے۔ کزار دیے اور جب آنکھ کھلی تو سب کچھ لٹ چکا تھا..... زرداری اینڈ کمپنی نے پاکستان کا جو حشر کیا وہ تو سب کے سامنے ہی ہے، انھوں نے یہ کمال بھی کر دکھایا کہ پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کو بھی سندھ تک محدود کر دیا.....

صدر آصف علی زرداری نے اپنے دور صدارت میں پاکستان کو کئی اعزاز دلائے۔ ان میں سب سے بڑا اعزاز یہ کہ اس دور میں پاکستان کرپشن میں پہلے نمبر پر آ گیا..... صدر پاکستان آصف علی زرداری پاکستان کے



ماتھے کا ایسا جھومر ہیں جسے دیکھنے والا پاکستان، پاکستانی قوم اور پاکستانی عوام کی صلاحیتوں کا معترف ہوجاتا ہے..... اس ایک دانے کو دیکھنے سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ پاکستانی باصلاحیت اور عظیم لوگ ہیں۔ ظاہر ہے یہ پاکستان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

ایک دور تھا جب پاکستان کرپشن میں چوتھے یا پانچویں نمبر پر تھا، تب جناب آصف علی زرداری بھی پاکستان میں چوتھے پانچویں نمبر پر تھے، پھر وہ پاکستان میں سب سے پہلے نمبر پر شمار ہونے لگے، اس لیے پاکستان ماشاءاللہ کرپشن میں بھی پوری دنیا میں ترقی کرتے کرتے پہلے نمبر پہ آ گیا.....تب راقم الحروف نے یہ مشورہ دیا تھا کہ ''دنیا میں پاکستان کو یہ اعزاز دلانے پر ہمیں صدر پاکستان آصف علی زرداری کا مشکور ہونا چاہیے.....'' صدر آصف علی زرداری سے بس اتنی گزارش ہے کہ وہ اب مہربانی کرکے اس بزنس کو تھوڑا سا پھیلا دیں تو پاکستان کے کئی دکھ دور ہوسکتے ہیں۔ اگر جناب صدر کرپشن امپورٹ ایکسپورٹ کرنا شروع کردیں تو اس سے بہت زیادہ زرمبادلہ حاصل ہوسکتا ہے اور پاکستان، جو گزشتہ تریسٹھ برس سے قرضوں اور غیر ملکی دباؤ کے اندر پسا جارہا ہے، اس سے مکمل طور پر نجات حاصل کرسکتا ہے۔ کرپشن کو امپورٹ ایکسپورٹ کرنے کے کاروبار پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں اگر صدر زرداری کے پیش رو مسلمان مردوں اور عورتوں کو امریکہ کے ہاتھوں فروخت کرکے اربوں ڈالر کما سکتے ہیں اور کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے تو زرداری صاحب تو باقاعدہ ایک کاروبار کریں گے۔ اگر قوم کو ان کے وسیع تجربہ سے کوئی فائدہ ہوجائے تو اس میں آخر کیا مضائقہ ہے۔''

صدر آصف علی زرداری نے اپنی ہر دلعزیز بیگم بے نظیر بھٹو کے بعد پیپلز پارٹی، بھٹو خاندان کی جائیداد اور پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کے لیے اپنے پتے جس دانشمندی، ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ استعمال کیے، اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ وہ بہت ہی دوراندیش ہیں..... ..... صدر زرداری کی دوراندیشی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ پیپلز پارٹی کی صف اول کی قیادت، پیپلز پارٹی کے جیالوں، حساس اداروں، پاکستان کے عوام کی اکثریت کی ناپسندیدگی کے باوجود انھوں نے پاکستان کے سب سے بڑے منصب پر ایسے غیر محسوس انداز میں قبضہ جمالیا کہ سب منہ تکتے رہ گئے اور کسی سے کچھ بھی نہ بن پڑا۔

صدر آصف علی زرداری نے آئین میں اٹھارہویں ترمیم کے ذریعے صدر پاکستان کے تمام اختیارات وزیراعظم کو منتقل کردیے اور خود فارغ ہو کر بیٹھ گئے .....بعض خواتین و حضرات حیران تھے کہ جناب آصف علی زرداری نے ایسا کیوں کیا، حالانکہ جناب آصف علی زرداری کا یہ فیصلہ بھی انتہائی دور اندیشی پر مبنی تھا جس کا فائدہ بالآخر زرداری خاندان کو ہی ہوگا..... صدر آصف علی زرداری کو معلوم ہے کہ اٹھارہویں ترمیم کے ثمرات سے مستقبل میں زرداری خاندان ہی مستفید ہوگا۔ اس ترمیم کے ذریعے اختیارات وزیراعظم کو سونپ دیے گئے تاہم وزیراعظم پارٹی صدر کے رحم وکرم کا ہر وقت محتاج تھا کیونکہ ترمیم کے مطابق پارٹی کا سربراہ کسی بھی وقت وزیراعظم کو واپس بلا سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے پیپلز پارٹی اب مستقبل قریب میں زرداری خاندان سے آزادی حاصل نہیں کرسکتی.....بلاول بھٹو زرداری کے سیاسی طور پر بالغ ہونے تک تو آصف علی زرداری نے کسی کو پارٹی کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا اور اب بلاول بھٹو کے چاچے، مامے اور بھائی انھیں بے نظیر بھٹو کی نشانی سمجھ کر قبول کر چکے ہیں۔

صدر آصف علی زرداری کی ''حسنِ کارکردگی'' کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی اپنی جماعت نے بھی ان کے بجائے سینیٹر رضا ربانی کو صدارتی امیدوار بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور ان کی کامیابی کے لیے مخدوم امین فہیم حزب اختلاف کی تمام جماعتوں کے ترلے اور منتیں کرتے رہے.....صدر آصف علی زرداری کے اعزازات کی فہرست بہت طویل ہے جس کا احاطہ کرنا اس مختصر کالم میں ممکن نہیں۔

صدر آصف علی زرداری نے پاکستان کے اگلے صدر کے لیے بڑی مشکلات کھڑی کردی ہیں۔ نئے صدر، آصف علی زرداری کے جانشین بننے پر شرمارہے ہوں گے جبکہ صدر آصف علی زرداری جب ایوانِ صدر کو خیرباد کہیں گے تو ایوانِ صدر کے درودیوار جناب زرداری کو مخاطب کرکے پکار رہے ہوں گے۔

یہ جھکی جھکی نگاہیں، یہ کھلے کھلے سے گیسو
تیری صبح کہہ رہی ہے، تیری رات کا فسانہ